سلسلۂ مطبوعاتِ مجلس
۱۲۷

حجازِ مقدس اور جزیرۃ العرب

امیدوں اور اندیشوں کے درمیان

یعنی

ان خطوط و مکاتیب کا مجموعہ جو سربراہانِ مملکت سعودیہ، وزراء و امراء اور بعض عرب والیانِ سلطنت کو لکھے گئے، نیز بعض وہ تقریریں و مقالات جو سعودی عرب کے اہم اجتماعات و موتمرات میں پیش کئے گئے۔

از

ابوالحسن علی ندوی

ترجمہ از عربی

مولوی شمس تبریز خاں
رفیق مجلس تحقیقات و نشریات اسلام

www.abulhasanalinadwi.org

(جملہ حقوق محفوظ ہیں)

باراوّل

۱۳۹۹ھ — ۱۹۷۹ء

(عربی: پہلا ایڈیشن ——— ۱۹۷۷ء)

کتابت ——— ظہیر احمد کاکوروی

طباعت ——— لکھنؤ پبلشنگ ہاؤس (آفسٹ)

صفحات ——— ۱۱۲

قیمت ——— چھ روپے

باہتمام

محمد غیاث الدین ندوی

طابع وناشر

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام پوسٹ بکس ۱۱۹ لکھنؤ

(دارالعلوم ندوۃ العلماء)

www.abulhasanalinadwi.org

حجاز مقدس اور جزیرۃ العرب

امیدوں اور اندیشوں کے درمیان

عربی ——— پہلا ایڈیشن لکھنؤ ——— سنہ ۱۹۷۷ء

اردو ——— 〃 〃 ——— سنہ ۱۹۷۹ء

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

فہرست

"حجاز مقدس اور جزیرۃ العرب"

۱۔ مقدمۂ مصنف ۷-۲۴

۲۔ انسانیت کو ایک فلاحی و مثالی حکومت کی ضرورت ہے۔

(شاہزادہ سعود بن عبدالعزیز، ولی عہد مملکت عربیہ سعودیہ کے نام خط) ۲۵-۳۲

۳۔ بلاد مقدسہ کی منفرد حیثیت اور ان کے تحفظ کی اہمیت۔

(امیر فیصل بن عبدالعزیز سابق ولی عہد و وزیر اعظم سعودی عرب کے نام خط) ۳۳-۳۹

۴۔ تعیش پرور سیاست کی ناکامی ایک تاریخی حقیقت ہے۔

(جلالۃ الملک امیر فیصل بن عبدالعزیز کے نام خط) ۴۰-۴۷

۵۔ اسلامیت کی آخری سرحد کی نگہ بر حفاظت۔

(عالی جناب فہد بن عبدالعزیز آل سعود، ولی عہد اور نائب وزیر اعظم کے نام خط) ۴۸-۵۵

۶۔ منصوبہ بندی مسجد حرم کے مقاصد کے مطابق ہونی چاہیئے۔

(شیخ محمد سرور الصبان سابق سکریٹری جنرل رابطہ عالم اسلامی کے نام خط) ۵۶-۵۸

۷۔ تعلیم ہی ملک اور معاشرہ کی تعمیر و تشکیل نو کرتی ہے اس لئے اس پر سب سے پہلے توجہ کی ضرورت ہے

(عالی مرتبت شیخ حسن بن عبداللہ آل الشیخ وزیر تعلیم سعودی عرب کے نام خط) ۵۹-۶۳

۸۔ جزیرۃ العرب نہال محمدی اور ان کی دعوت و جہاد کا ثمر ہے۔

(وزیر تعلیم شیخ حسن بن عبداللہ آل الشیخ کی دعوت پر ریاض یونیورسٹی ہال میں کی گئی تقریر کا ایک حصہ) ۶۴-۷۰

www.abulhasanalinadwi.org

۹۔ مرکز اسلام کے لائق ثقافتی و تعلیمی منصوبہ بندی اور قومی زندگی میں اس کا اثر

(جزیرۃ العرب اور دوسرے اسلامی ملکوں کی تعلیمی و ثقافتی منصوبہ بندی سے متعلق مصنف کی کتاب "مسلم ممالک میں اسلامیت و مغربیت کی کشمکش" سے دو اہم اقتباسات) ۷۱-۷۶

۱۰۔ نظام تعلیم و تربیت کا معاشرہ اور اس کے رجحانات سے گہرا تعلق ہے۔

(کنگ عبدالعزیز یونیورسٹی، جدہ کی طرف سے بلائی گئی عالمی اسلامی تعلیمی کانفرنس منعقدہ ۳۱ مارچ تا ۸ اپریل ۱۹۷۷ء۔ مکہ المکرمہ میں پڑھا گیا مقالہ "سعودی عرب کا نظام تعلیم، اور اس کا بہتر طریقہ اور اس کی مشکلات کا ازالہ" کا ایک اقتباس) ۷۷-۹۰

۱۱۔ مکمل سالمیت اور دینی وحدت کی حفاظت۔ امرائے خلیج عرب کی ذمہ داری۔

(صاحب السمو الشیخ عبداللہ السالم الصباح امیر کویت کے نام خط) ۹۱-۹۵

۹۷-(۱۱)

ایک عجیب و غریب تضاد جس کی کوئی توجیہ ممکن نہیں۔ از محمد الحسنی مرحوم۔ ایڈیٹر البعث الاسلامی۔

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمۂ مصنف

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی أشرف المرسلین

وخاتم النبیین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

امّا بعد! یہ ایک معلوم اور مسلم حقیقت ہے کہ مرکز حجاز کی حیثیت (جس میں حرمین شریفین واقع ہیں) عالم اسلام میں وہی ہے، جو جسم انسانی کے اندر قلب کی ہے، قلب اگر صحیح و توانا رہتا اور جسم کے ڈھانچہ اور نظام صحت میں اپنا فطری رول ادا کرتا ہے تو جسم بھی زندہ و توانا رہتا ہے اور جب یہ دل کمزور یا بیمار ہو جاتا ہے، اور اپنا کام اور طبعی وظیفہ نہیں انجام دے پاتا تو جسم کی زندگی بھی خطرہ میں پڑ جاتی ہے، اور اسے طرح طرح کی بیماریاں اور کمزوریاں گھیر لیتی ہیں، اور بڑے حاذق طبیب بھی اسے مصنوعی طریقوں سے زندہ نہیں رکھ سکتے، مشہور حدیث میں جسم و قلب کے اس نازک اور گہرے رشتہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، فرمایا گیا:۔

الا ان فی الجسد مضغۃ	جسم انسانی میں گوشت کا ایک ایسا ٹکڑا ہے
اذا صلحت صلح الجسد	کہ جب وہ ٹھیک رہتا ہے، تو سارا جسم ٹھیک
کلہ، واذا فسدت فسد الجد	رہتا ہے، اور جب وہ بگڑتا ہے تو سارا

www.abulhasanalinadwi.org

كلمه ألاوهي القلب[1]۔ نظام جسمانی بگڑ جاتا ہے، اور وہ قلب ہے۔

اور ایسا اس لئے کہ حجاز وحی کی اولین منزل، اسلام کا سرچشمہ، دعوت اسلامی کا منبع، اسلام کا دائمی مرکز، اور اس کا مستقل و ابدی "دار الحکومت" ہے اس کے ساتھ ہی وہ اسلام کا مثالی و معیاری خطۂ زمین اور کھرے کھوٹے کو معلوم کرنے کی کسوٹی ہے جس سے اسلامی زندگی، اسلام کی عالمگیر تعلیمات کی صداقت، ہر زمانہ میں ان کے ابدی اور قابلِ عمل ہونے کی صلاحیت کا ثبوت ملتا ہے، اور اس سے اسلامی معاشرہ کے جلال وجمال کی نمود ہے، اس لئے اسلامی دعوت کو (اس کے عالمگیر و آفاق گیر ہونے کے باوجود) ایک مرکز کی ضرورت ہے، جو اس کے قابل عمل اور زمین پر نافذ ہونے کے لئے ایک میزان و معیار کا کام دے، اور ان تمام شہروں اور آبادیوں اور معاشروں کے لئے اسوہ و مثال بن سکے جو اس پیغام پر ایمان لائے ہیں، اور اس عقیدہ و دعوت کو سینہ سے لگائے ہوئے ہیں۔

یہ انسان کی فطرت میں ہے کہ اپنے لئے ایک معیاری اور مثالی معاشرہ وماحول تلاش کرے، اور اس سرچشمہ کی جستجو کرے، جس سے وہ طاقت، اعتماد اور جوش و جذبہ حاصل کرسکے، مذاہب وادیان ہوں، یا تمدن و معاشرت، اخلاق و عادات ہوں، یا زبان و ادب، تہذیبی اقدار ہوں، یا ذوق سلیم، زندگی کے ہر میدان میں یہ اصول کارفرما رہا ہے، چنانچہ ہر دین کا ایک مرکز رہا ہے جس کے اعمال و روایات اور عرف و عادات کو اس دین کے پیرو سند و حجت کا درجہ دیتے رہے ہیں، اسی طرح ہر تہذیب کا ایک مثالی و معیاری (IDEAL) شہر اور مرکزی مقام رہا ہے، جہاں کی زندگی کے طور طریقوں، تہذیبی آداب اور معاشرتی اقدار کی نقل کی جاتی، اس کی تقلید کرنے میں لوگ فخر محسوس کرتے اور

---

[1] بخاری و مسلم

www.abulhasanalinadwi.org

وہاں کی زندگی کو شائستہ اور نستعلیق زندگی کا نمونہ قرار دیتے رہے ہیں، دنیا کی ہر زبان و ادب کی کوئی ٹکسال رہی ہے جس کی طرف صحیح و فصیح زبان اور محاوروں اور الفاظ کے استعمال کی صحت اور غلطی معلوم کرنے کے لئے رجوع کیا جاتا رہا ہے، اور اس سلسلہ میں اس کا حوالہ دینا کافی سمجھا جاتا رہا ہے۔

اللہ تعالےٰ نے عرب اور اسلام پھر حجاز اور امت اسلامیہ، پھر حرمین شریفین اور مسلمانوں کے قلب و نظر کے درمیان ایک ابدی ربط پیدا کر دیا اور ان کا مستقبل ایک دوسرے سے وابستہ کر دیا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی (نبوی الہام و حکمت سے کام لیتے ہوئے) جزیرۃ العرب اور اسلام کے اس مقدس و مضبوط رابطہ پر زور دیا ہے، اور اس مرکز کے امن و سلامتی، اور دین پر اس کے شدت سے قائم رہنے کی تاکید فرمائی ہے، کیونکہ راجدھانی اور دار الحکومت کو ہر بے یقینی و تشویش، انارکی اور انتشار، اصولی و اعتقادی کشمکش سے پاک ہونا چاہیے، چنانچہ آپ نے اس کے لئے نہایت دوررس اور مستحکم انتظامات کئے، اور اس کی خاطر بڑی حکیمانہ وصیتیں اور ہدایتیں فرمائیں، اور اپنے اصحابؓ اور اپنی امت سے اس بارے میں عہد و میثاق لیا ہے، ام المومنین حضرت عائشہؓ روایت فرماتی ہیں کہ :-

کان آخر ما عہد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان قال لا یترک بجزیرۃ العرب دینان[1]	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت یہ تھی کہ جزیرۃ العرب میں دو مختلف دین نہ رہیں۔

اور حضرت رافعؓ کی روایت ہے کہ۔

أن النبی صلے اللہ علیہ وسلم	نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ

---

[1] مسند احمد، طبرانی، معجم اوسط۔

www.abulhasanalinadwi.org

أمرأن لا أدع في المدينة دينا غير الإسلام إلا أخرج [1]

ہم مدینہ سے اسلام کے سوا ہر دین کو نکال باہر کریں۔

اور جابر بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ:-

أخبرني عمر بن الخطاب أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لأخرجن اليهود والنصارى من جزيرة العرب حتى لا أدع فيها إلا مسلما [2]

حضرت عمرؓ نے مجھے بتایا کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ میں جزیرۃ العرب سے یہود و نصاریٰ کو یقیناً نکال دوں گا، اور مسلمان کے سوا اس میں کسی کو نہ رہنے دوں گا۔

اسی سنت پر خلفائے راشدین نے بھی عمل کیا چنانچہ وہ بھی جزیرۃ العرب کو اسلام کا قلعہ اور دعوتِ اسلامی کا راس المال اور پونجی سمجھتے تھے، چنانچہ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے جانشین کو جو وصیت کی اس میں یہ بھی تھا کہ "میں انھیں دیہاتی عربوں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کرتا ہوں، کیونکہ وہ عرب کے بیخ وبن اور اسلام کا مادہ وخمیر ہیں"۔ [3]

بلادِ عجم میں پیدا ہونے والے تقریباً تمام ہی ائمہ وعلماء بھی عربوں کو اسلام کا اولین داعی و قائد اور اس کی روح وجوہر کا محافظ وامین سمجھتے تھے، اور عربی زبان کو قرآن اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی مبارک زبان قرار دیتے تھے، اس وجہ سے ان کا یقین تھا کہ اسلامی ثقافت پر عبور و دسترس، اور قرآن کا گہرا فہم، عربی کے علم اور مہارت کے بغیر ممکن نہیں، اس یقین نے انھیں مجبور کیا کہ وہ عادات واطوار کو عربیت کا رنگ دیں اور خود بھی عربی زبان اور اس کے ادب کو سینہ سے لگائے رہیں، اور اپنی آئندہ نسلوں کو بھی اس کی وصیت کر جائیں، وہ انھیں عجمی عادات و

[1] طبرانی [2] امام احمد، امام مسلم، اور امام ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔ [3] صحیح بخاری (کتاب المناقب)

www.abulhasanalinadwi.org

اطوار کی تقلید سے بھی منع کریں اس لئے کہ وہ گہرا نفسیاتی اثر رکھتی ہیں، اور یہ سب نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب سے قلبی محبت کے سبب اور اس لئے تھا کہ وہ عرب میں مبعوث ہوئے اور اس دین کے لئے اللہ تعالےٰ نے ابراہیمی طرز پسند کیا جو اخلاق و آداب اور رجحان و میلان میں عربی واقع ہوا ہے۔

عجم کے ائمہ اور علمائے اسلام کی ایک سربرآوردہ شخصیت یعنی حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ) نے اپنے ایک رسالہ "المقالۃ الوضیئۃ فی النصیحۃ والوصیۃ" میں اپنے اخلاف کو اس بات کی وصیت کرتے ہوئے فرمایا ہے :-

"ہم ہندوستان میں غریب الدیار ہیں کیونکہ ہمارے آبا، واجداد یہاں آکر بس گئے تھے، عربی نسب، اور عربی زبان ہمارا فخر و امتیاز ہے، اس لئے کہ وہ ہمیں سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم سے قریب کرتی ہے، اس نعمت کی قدر یہ ہے کہ ہم بقدر امکان اگلے عربوں کی عادات و روایات سے خالی نہ ہوں، جن میں رسول اللہ کی بعثت ہوئی، عجمی رسوم اور ہندوانہ عادات کو اپنے (اسلامی) معاشرہ میں پھیلنے کا موقع نہیں دینا چاہیئے ..... ہم میں خوش بخت وہی ہے، جسے عربی زبان، صرف و نحو، اور ادبیات سے حصہ ملا، اور قرآن و حدیث سے واقف ہوا، ہمارے لئے حرمین شریفین کی حاضری اور ان کے ساتھ تعلق خاطر بھی ضروری ہے، یہی ہماری سعادت کا راز ہے، اور وہ کم نصیب اور محروم ہے جو ان سے روگردانی کرتا ہے"[1]

عالم اسلام کے جن علماء اور مفکرین نے اس راز کو پالیا وہ دنیا کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے عالم اسلام اور اسلامی قوموں اور جماعتوں کا ربط جزیرۃ العرب سے عموماً اور حرمین شریفین سے خصوصاً ضروری سمجھنے لگے، اور ان کے خیال میں یہ ربط و تعلق گویا نہروں

---

[1] المقالۃ الوضیئۃ (طبع دہلی ۱۳۶۶ھ)۔

www.abulhasanalinadwi.org

اور تالابوں کے ایک مواج دریا سے اور برگ و بار کے درخت سے تعلق کی حیثیت رکھتا ہے، کہ جب وہ اپنے اصل سے کٹ جاتے ہیں تو ان کی روانی و شادابی ختم ہو جاتی ہے اور اس اصل سے آنے والا زندگی کا دھارا رک جاتا ہے اور وہ خشک ہو جاتے اور مرجھا جاتے ہیں، اس لئے وہ اہل فکر اس بات سے ہمیشہ ڈرتے رہے کہ اگر یہ تعلق ختم ہوا تو اسلامی وحدتوں کو عقیدہ، ذہنیت اور ثقافت کے رابطوں میں جوڑنے والا سررشتہ ہی ختم ہو جائے گا، اور ہر ملک میں ایک مخصوص اسلام نظر آئے گا، کہیں ایرانی اسلام، کہیں ترکی اسلام، اسی طرح ہندوستانی، افغانی، یورپی اور امریکی اسلام، بین الاقوامی اسلامیت کا منہ چڑاتے نظر آئیں گے اور عالم اسلام کے کسی بڑے خطہ میں دین کی تحریف اور اسلام کی تمسیخ عمل میں آئے گی، یا کسی دشمن اسلام کی کوئی سازش کامیاب ہو جائے گی جس کا مقابلہ کرنا اور جس پر قابو پانا دشوار ہو جائے گا، یہ حج کی عالمگیر فرضیت کی ایک حکمت اور اس کے بہت سے مصالح میں سے ایک عظیم مصلحت ہے، کیونکہ وہ اسلامی اقوام اور جماعتوں کے ایک ہی زمان و مکان میں (ذی الحجہ کی مخصوص تاریخوں میں مکہ اور اس کے اطراف میں) عالمی اجتماع کا ذریعہ ہے، جسے اللہ نے مسلمانوں کی اجتماع گاہ اور پناہ گاہ بنایا ہے، جہاں[1] پہونچ کر ہر آدمی کو نظر آجاتا ہے کہ اصل اسلام کیا ہے؟ اور عالم اسلام کے مختلف حصوں میں اس سے کہاں کہاں انحراف اور اختلاف پیدا ہوا ہے، گویا وہ عالم اسلام کا جائزہ لینے کی ایک جگہ اور تقریب ہے۔

اسلام کا گہوارہ اور اسلام کا مبدأ و منتہیٰ ہونے کی وجہ سے حجاز آڑے وقتوں اور آخر زمانہ میں اسلام اور مسلمانوں کی پناہ گاہ ثابت ہوگا۔

حضرت عمرو بن عوف سے روایت ہے کہ:-

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو شاہ ولی اللہ صاحب کی "حجۃ اللہ البالغۃ" کا باب "اسرار الحج"۔

www.abulhasanalinadwi.org

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
ان الدين ليأرز الى الحجاز كما تأرز
الحية الى جحرها، وليعقلن الدين
من الحجاز معقل الأروية من رؤس
الجبل۔[1]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین
حجاز میں اس طرح لوٹ آئے گا جیسے سانپ
اپنے سوراخ میں آجاتا ہے اور دین حجاز میں
اس طرح پناہ گزیں ہو جائے گا جس طرح پہاڑوں
کے اوپر پہاڑی بکرا پناہ گزیں ہو جاتا ہے۔

حضرت عمرؓ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ:-

إن الاسلام بدأ غريبا وسيعود
غريبا وهو يأرز بين المسجدين
كما تأرز الحية الى جحرها۔[2]

اسلام اجنبی بن کر شروع ہوا اور اجنبی بن کر
لوٹ آئے گا، اور دونوں مسجدوں کے درمیان
پناہ لے گا جس طرح سانپ اپنے سوراخ میں
پناہ لیتا ہے۔

اور حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ۔

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم.
قال إن الايمان ليأرز الى المدينة
كما تأرز الحية الى جحرها۔[3]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
ایمان مدینہ میں اسی طرح لوٹ آئے گا
جس طرح سانپ اپنے سوراخ میں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے یہ روایت بخاری شریف میں بھی موجود ہے۔[4]

ان مقامات مقدسہ کی اس اہمیت اور ان کے عالمی ہدایت کا سرچشمہ اور اسلام کی قوت وعظمت کا معیار ہونے کے سبب ہر جگہ اور ہر زمانہ کے علماء اور مفکرین وقائدین یہاں پیش آنے والے حوادث وحالات اور رجحانات کے سلسلہ میں بہت حسّاس رہے ہیں،

---

[1] ترمذی۔ [2] و [3] صحیح مسلم ۱/۸۴ کتاب الایمان، بیان أن الایمان بدأ غریبا" الخ [4] صحیح بخاری ۱/۲۵۲

www.abulhasanalinadwi.org

وہ دیکھتے رہے ہیں کہ وہ اسلامی آداب و تعلیمات کا کس حد تک پابند اور دینی روح اور جذبۂ اسلامی کا کس درجہ میں محافظ و امین ہے، یہ روح احتساب علمائے اسلام کی تحریروں اور مختلف اسلامی زبانوں کے شعر و ادب میں ہمیشہ کارفرما رہی ہے، ایران کے بزرگ ترین شاعر و ادیب شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی (م ۶۹۱ھ) کا یہ مصرعہ فارسی و اردو میں ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر گیا ہے کہ۔ ع

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی!

اسی طرح مشہور صوفی شاعر حکیم سنائی غزنوی اپنے زمانہ میں پیش آنے والے حالات اور جزیرۃ العرب و مقامات مقدسہ میں اسلام دشمن طاقتوں کے اثر و نفوذ سے گھبرا اٹھے انھوں نے ایک قصیدہ میں اپنی قلبی بے چینی کا اظہار اور عالم اسلام کو اس کے انجام بد سے آگاہ کیا، اور اس طرح اہل حجاز اور جزیرۃ العرب کے باشندوں کی غیرت کو ابھارا[1]۔

مرکز اسلام سے دور دراز مقامات پر رہنے والے مسلمانوں نے بھی اپنے مخصوص حالات میں گھرے ہونے کے باوجود اس مرکز کی مخالف اسلام طاقتوں کے غلبہ سے حفاظت و صیانت کو اپنا مقدس ترین فرض اور سب سے بڑی ذمہ داری قرار دیا ہے، اور اسے ہر وطنی مسئلہ اور قومی و ملکی مصلحت پر ترجیح دی ہے، غیرت و حمیت کے اس معاملہ اور جزیرۃ العرب اور حرمین شریفین کے لئے فداکاری و جاں نثاری اور وہاں کے حالات و رجحانات کو اہمیت دینے کے سلسلہ میں

---

[1] ملاحظہ ہو دیوان حکیم سنائی، شاعر اسلام ڈاکٹر محمد اقبال نے اپنے ان اشعار میں (جو غزنی میں سنائی کی قبر پر کہے گئے تھے) سنائی کے ایک مصرعہ "گرفتہ چینیاں احرام و کی خفتہ در بطحا" کی اس طرح تضمین کی ہے۔

حضور حق میں اسرافیل نے میری شکایت کی — یہ بندہ وقت سے پہلے قیامت کر گیا برپا
ندا آئی کہ آشوب قیامت سے یہ کیا کم ہے — گرفتہ چینیاں احرام و کی خفتہ در بطحا
(بال جبریل)

www.abulhasanalinadwi.org

ہندوستانی مسلمانوں کا رول بہت شاندار رہا ہے، انھوں نے جزیرۃ العرب اور حرمین شریفین کے معاملات میں انگریزوں اور حکومت برطانیہ کی مداخلت کی ایسی شدت سے مخالفت کی تھی، کہ اس کے سبب انھیں ہندوستان کی انگریزی حکومت کے عتاب کا نشانہ بننا پڑا تھا، اور اس کی وجہ سے ان کو اپنے ہم وطن ہندوؤں کے حیرت و استعجاب کا بھی سامنا کرنا اور بعض اوقات ان کے طعنے سننے پر بھی مجبور ہونا پڑا تھا، مگر مسلمانوں نے اس کی کوئی پروا نہیں کی، اور حرمین شریفین اور جزیرۃ العرب کی آزادی و سلامتی کے لئے دفاعی انجمنیں اور کمیٹیاں قائم کیں، جن میں خلافت کمیٹی نے عالمگیر شہرت حاصل کی، ہندوستان کی زلزلہ انگیز تحریک خلافت میں حرمین شریفین کی حفاظت کا جذبہ ہی کام کر رہا تھا، اور سلطنت عثمانیہ سے ان کا جو جذباتی لگاؤ تھا، اس کی اصل وجہ یہی تھی کہ وہ حرمین شریفین کی پاسباں اور متولی ہے، شاعر اسلام ڈاکٹر محمد اقبال کا یہ پرجوش شعر آج بھی زبان و قلم پر آتا رہتا ہے ؎

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

اس کے برعکس اہل مغرب (جن میں مسیحی پادری اور مستشرقین پیش پیش ہیں) عالم اسلام کے اس عالمی مرکز سے قلبی و روحانی تعلق، اس کے گرد جمع ہونے اور اس کے معاملات سے گہری دلچسپی لینے کو ہمیشہ بڑی تشویش کی نظر سے دیکھتے اور اپنی حکومتوں کو اس کے خطرات سے آگاہ کرتے رہے ہیں، چنانچہ جنوری ۱۹۱۱ء میں لکھنؤ میں منعقد ہونے والی بلاد اسلامیہ میں پروٹسٹنٹ مشنریوں کی دوسری کانفرنس کی کارروائی کی روداد میں ہے :-

"پادری ورتز کے بعد سائمن نے ملیشیا میں پان اسلامزم کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ ہندوستان میں اسلام سرگرم و فعال نہیں اور غیر منظم

www.abulhasanalinadwi.org

ہے اور یگانہ حالت میں ہے، لیکن ہمیں یہ نہ بھولنا چاہئے کہ ہندوستانی اسلام کا تعلق مکہ سے برقرار ہے اور یہ تعلق ملیشیا کے باشندوں کو اس یقین کی دعوت دیتا ہے کہ وہ ایک بڑے مجموعہ کا حصہ ہیں"[۱]

اسی اجتماع میں پادری ورتزنے افریقہ میں پان اسلامزم پر اس طرح اظہار خیال کیا۔

"شہر مکہ اور سلاسل صوفیہ مسلمانوں کے درمیان وحدت کا شعور پیدا کرنے اور غیر اسلامی چیز سے دور اور نفور رکھنے میں سب سے بڑے عامل (FACTOR) ہیں"[۲]

۱۹۰۶ء میں قاہرہ میں منعقد ہونے والی اسی کانفرنس میں ولیم جیفورڈ بالگراف نے کہا تھا۔

"جب قرآن اور مکہ مدینہ بلاد عربیہ کی توجہ سے ہٹ جائیں گے تو اس وقت ہمیں یہ موقع مل سکے گا کہ اہل عرب کو تمدن کے راستہ پر گامزن دیکھیں جس سے انھیں صرف محمدؐ اور قرآن نے دور کر رکھا ہے"[۳]

مرکز اسلام، حجاز اور حرمین پر براہ راست تسلط اور سیاسی و انتظامی غلبہ کے خلاف مسلمانوں کے نازک احساسات و جذبات کے تلخ تجربہ اور اندازہ کے بعد مسیحی مشنریوں، پادریوں اور مستشرقین نے ان علاقوں میں براہ راست مداخلت کے بجائے فکری و تہذیبی علمی و ادبی اثر و نفوذ کے راستہ کو اپنایا، کبھی یونسکو کو آلۂ کار بنایا گیا، کبھی علم و ادب، فلسفہ و سماجی علوم کے ماہرین، اور اساتذہ و معلمین اور تکنیکی ماہروں سے کام لیا گیا، کبھی اس کے لئے علمی و ثقافتی مذاکرات (سیمینار) و اجتماعات منعقد کئے گئے، کبھی ان سادہ لوح طلبہ کو استعمال کیا گیا، جن کی ٹولیوں پر ٹولیاں مغرب جا کر امریکی و یورپی اساتذہ کی

---

[۱] الغارۃ علی العالم الاسلامی، تالیف ا، ل، شاتلیر (A-L-CHATELIER) ترجمہ و تلخیص مساعد الیافی و محب الدین الخطیب (قاہرہ ۱۳۵۰ھ) صـ۱۰ [۲] ایضاً صـ۱۰۲ [۳] ایضاً صـ۵۵

www.abulhasanalinadwi.org

شاگردی اختیار کرتی، اور مغربی ثقافت کے سرچشموں سے فیضیاب ہوتی ہیں، ان کے نوجوان وہاں سے واپسی پر اپنے ملکوں میں تمدنی و تعلیمی منصوبوں کے نگراں و رہنما بنتے ہیں، چنانچہ یہ طریقہ کار چیونٹی کی دھیمی چال کی طرح خفیہ رہا، اور افسوس ہے کہ مسلمان عقل و شعور رکھتے ہوئے بھی اس سیاست کی باریکی اور خطرات کو نہیں سمجھ سکے اور اس نے مسلمانوں کے اندر کوئی اضطراب اور بے چینی نہیں پیدا کی اور نہ انھیں غور و فکر پر مجبور کیا، چنانچہ زندگی اور معاشرت پر اس کے گہرے اور دور رس اثرات مرتب ہوئے۔

مشرق و مغرب میں رہنے والے تمام مسلمان جزیرۃ العرب کو ایک طلائی زنجیر اور ایک ہی پیغام و دعوت کی توسیع سمجھتے ہیں، وہ اس کے کسی دور دراز حصہ اور غیر معروف قطعۂ زمین کا کوئی مستقل وجود اور منفرد شخصیت تسلیم نہیں کرتے، ان کو یہ پورا خطۂ زمین بیت اللہ اور مسجد نبوی کے انوار سے مستنیر نظر آتا ہے، بلکہ خود کو کعبہ کے سایہ میں اور بیت اللہ کے صحن میں محسوس کرتے ہیں، اس لئے کہ جزیرۃ العرب اپنی حقیقی زندگی و بیداری، شہرت و عظمت اور تقدس و برکت میں خالصۃً بعثت محمدی اور ظہور اسلام کا مرہون منت ہے، اس کی سرزمین زبان حال سے پکارتی رہتی ہے۔

جمال ہنشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

سلف صالحین میں سے بہتوں کا یہ حال تھا کہ حج کے سفر میں (جو اس وقت بادبانی کشتیوں پر بڑی مشقت کے ساتھ ہوتا تھا) جب پہلے پہل ان کی نگاہ جزیرۃ العرب کے کسی چٹیل اور بنجر حصہ پر پڑتی تھی تو وہ اللہ کی حمد کرتے ہوئے بے اختیار سجدہ میں گر جاتے تھے کہ اسی کے لطف و کرم سے انھیں یہ سعادت عظمیٰ حاصل ہوئی اور پہلی مرتبہ

www.abulhasanalinadwi.org

جزیرۃ العرب کی پاک سرزمین کی زیارت سے انھوں نے اپنی آنکھیں روشن کیں، وہ اس قطعۂ زمین کو اپنے دل کا ایک ٹکڑا سمجھتے تھے۔

مسلمانوں اور جزیرۃ العرب کے درمیان اس ایمانی وجذباتی تعلق سے قطع نظر جزیرۃ العرب ہی حرمین شریفین اور حجاز کی محافظ ومضبوط فصیل ہے، اسے اس وجہ سے بھی اس کو اجنبی مداخلت اور ان خارجی وداخلی اثرات وتحریکات سے پاک ہونا چاہیے، جو اس مقدس مذہبی جزیرہ کے لئے چیلنج کی حیثیت رکھتی ہیں، اسی لئے جزیرۃ العرب کو مختلف ادیان ومذاہب کی کشمکش کا آماجگاہ بننے سے بچانے کی جو تاکیدی ہدایت فرمائی گئی ہے، اس کا تعلق صرف حجاز سے نہیں بلکہ پورے جزیرہ نمائے عرب سے ہے۔

اس بیسویں صدی عیسوی کے آغاز میں مرکز اسلام حجاز اور حرمین شریفین کے حالات میں کچھ ایسی ابتری واقع ہوئی کہ یہ بلاد مقدسہ بھی (شرفائے مکہ بالخصوص شریف حسین کے دور حکومت میں) برطانوی اثرات کے تابع ہوگئے، امن مفقود ہوگیا، جہالت اور ناخواندگی نے ہر طرف اپنا سایہ پھیلایا، عقائد میں فساد آگیا، دور جاہلیت کی بھی بعض رسوم رواج پاگئیں، اقتصادی حالت زبوں تھی، فقر وفاقہ کا دور اور بدامنی اور طوائف الملوکی کا ہر طرف دور دورہ تھا، جس کے سبب لوگوں کا حج اور اس کے ارکان ادا کرنا ایک جہاد اور کسی ہفت خواں سر کرنے سے کم نہ تھا، بدامنی کے ساتھ راستوں کی دشواری، پانی کی قلت ونایابی، حجاج کے قافلوں کا دن دہاڑے لٹنا،[1]

---

[1] مصنف کی تحقیق یہ ہے کہ انگریز ہی خفیہ طریقوں سے حجاز اسلحہ بھیجتے تھے اور بدوؤں (باقی صفحہ پر)

www.abulhasanalinadwi.org

اور زادِ راہ کا نہ ملنا زبان زد خلائق تھا، مگر حکومت بے بس تھی، اور اس کا نظم و نسق مفلوج تھا، حاجی حج کے لئے گھر سے نکلتے وقت ایسا محسوس کرتے تھے گویا وہ محاذ جنگ پر روانہ ہو رہے ہوں اس لئے اپنی اولاد کو اس طرح وصیت کر جاتے تھے، جیسے لڑائی پر جانے والا کرتا ہے، اسی ماحول میں، اور فقر و جہالت، دنیا سے بے خبری و بے تعلقی، اور بدحالی کی فضا میں ایک نسل جوان ہو گئی۔

بالآخر خدائے حکیم و رحیم کی قدرت ظاہر ہوئی، اس نے آل سعود کو اصلاح حال قیام امن، سڑکوں کی تعمیر، ملک کی خوشحالی، عوام کی تعلیم، ایک مضبوط حکومت، اور بیدار مغز انتظامیہ کے قیام کے لئے کھڑا کیا، حجاز میں امن و امان قائم ہوا، حاجیوں کے قافلے محفوظ ہو گئے، نہریں کھدیں، پانی کی ریل پیل ہوئی، اور جدید وسائل و ترقیات کے ذریعہ مشکلات پر قابو پایا، اور زندگی کو خوشگوار بنایا گیا، غذائی اشیاء کی ایسی افراط ہوئی، جس کا چند سال پہلے تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا، اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ سعودی گھرانہ، توحید کی دعوت کا حامل، شرک سے پنجہ آزما، اور دینی، اخلاقی اور معاشرتی اصلاح کا علمبردار بھی تھا، اس نے دین کے شعار کو بلند کیا، اس کے لئے قربانی بھی دی، اور اس کے لئے اپنی جان و عزت کی بازی بھی لگا دی۔

مرحوم و مغفور سلطان عبدالعزیز بن سعود ۱۳۴۲ھ (۱۹۲۵ء) میں حجاز کی طرف ایک ناظم امور اور بڑی سلطنت کے بانی کی حیثیت سے بڑھے، اور اس پر قابض ہو گئے، وہ نظم امور، امن و امان کے قیام میں غیر معمولی طور پر کامیاب ہوئے،

(باقی صفحہ ۱۶ کا) میں تقسیم کرتے تھے، تاکہ قافلوں کے لٹنے کی بنا پر وہ ترکی حکومت کو بدنام کریں اور اس کے نکمے پن اور بلاد مقدسہ میں امن نہ قائم کر سکنے کے لئے دلیل فراہم کر سکیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

انھوں نے پرامن حاجیوں پر یلغار کرنے والے سنگ دل اور ناخدا ترس بدوؤں کا خاتمہ کر دیا، ظلم کا ہاتھ روک دیا، حدود شرعیہ کو نافذ کیا، اور لوگوں کے سامنے سادگی اور مساوات کی ایک مثال قائم کی، اور ایسے بڑے بڑے کام انجام دیئے، جن سے ان کی غیر معمولی قابلیت اور خداداد صلاحیت کا اظہار ہوا، ہر انصاف پسند نے ان کارناموں کو تحسین کی نظر سے دیکھا اور مشرق و مغرب کے بڑے مفکرین اور اہل قلم نے ان کا اعتراف کیا، یہ امید کی وہ کرن تھی، جس سے عالم اسلام کے مسلمانوں کے دل عام طور پر اور مسلمانان ہند کے دل خصوصاً کھل اٹھے، جن کے لئے حجاز کی فکر سب سے بڑی فکر اور سب سے اہم مسئلہ تھا، چنانچہ انھوں نے اس پر دل سے اللہ کا شکر ادا کیا، اور حجاز کے اس انقلاب کا جوش و مسرت کے ساتھ خیر مقدم کیا۔

اس جوش و مسرت میں خاص طور پر وہ لوگ پیش پیش تھے، جو توحید خالص کے عقیدہ کے حامل، شرک و بدعت کے مخالف اور دین کو جہالت و خرافات اور جاہلی عادات سے پاک دیکھنے کے مشتاق تھے، راقم السطور کا نشو و نما بھی ایسے ہی دینی ماحول میں ہوا تھا، اور اس نے وہ زمانہ دیکھا تھا، جب حجاز کی سعودی حکومت ہر بزم و انجمن کا موضوع گفتگو تھی، اسے وہ خوشی اچھی طرح یاد ہے، جو اس وقت صحیح الخیال مسلمانوں کے دلوں کو حاصل ہو گئی تھی، وہ بڑی بڑی توقعات جزیرۃ العرب کے اس انقلاب سے وابستہ کر رہے تھے، اور ایسا کرنا غلط بھی نہ تھا، کیونکہ حجاز میں قائم ہونے والی حکومت کی تاریخ اس دعوت و عزیمت اور زہد و قربانی کی تاریخ سے پیوست و وابستہ تھی، جو مصلح کبیر شیخ محمد بن عبدالوہابؒ کی

www.abulhasanalinadwi.org

دعوت وتحریک سے شروع ہوئی تھی، اس دعوت کا اس دینی جوش وجذبہ کے پیدا کرنے میں بڑا ہاتھ تھا، جو ہمیشہ اہم معرکوں کے سر کرنے اور عظیم سلطنتوں کے قیام میں سب سے بڑا کارگر ہتھیار ثابت ہوا ہے، اس حکومت کو اپنی تاریخ کے ہر دور میں شیخ کے فاضل ومحترم خانوادہ کی تائید حاصل رہی اور وہ مجاہد داعیوں کے کندھوں اور جانباز شہدار کے مبارک قربانیوں کے سہارے کھڑی ہوگئی۔

قلب صحرا سے ابھرنے والی یہ نومولود حکومت اس عظیم مملکت بننے تک حکومت و سلطنت، معاشرت وثقافت کے نازک ترین تجربات سے دوچار ہوئی اور اسے اپنے عبوری دور میں خاندانوں کے نہیں، بلکہ حکومتوں اور تہذیبوں کے مشکل ترین عبوری مرحلہ سے گذرنا پڑا، یہ مرحلہ سیاسی، انتظامی اور اقتصادی مشکلات پر قابو پانے اور مختلف نظریات رکھنے والی پڑوسی حکومتوں سے تعلقات کا مرحلہ تھا، ایک طرف دین کے روح وجوہر، اپنی عربی اسلامی خصوصیات اور دوسری طرف روح عصر اور زمانہ کے تقاضوں کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش کا نیا تجربہ تھا، جو اعلیٰ درجہ کی ذہانت اور اعلیٰ درجہ کی استقامت کا طالب و متقاضی ہے۔

اس تجربہ کی کامیابی پر حکومت کے میدان میں اسلام کی عملی صلاحیت، نئی تہذیب کے مقابلہ کی طاقت اور ان بلاد مقدسہ کی سلامتی اور شخصیت کی حفاظت کا انحصار ہے، اس لئے ہر زمانہ میں اس حکومت کو ایسے مسلم مفکرین کی شدید ضرورت ہے، جو اس ملک کے لئے محبت وخلوص کے ساتھ اصابت رائے، فکری پختگی کا جوہر بھی رکھتے ہوں، اور ملکی ووطنی اور ذاتی اغراض ومفادات سے یکسر بالاتر

www.abulhasanalinadwi.org

ہوں، وہ انعام الٰہی کے مستحق اور ہر اس شخص کی دعا و شکریہ کے حقدار ہیں، جسے عصر حاضر میں اسلام اور مسلمانوں کی فکر ہے، اور جو اپنا اور مسلمانوں کا انجام و مستقبل ان بلاد مقدسہ کے ساتھ وابستہ سمجھتا ہے، ایک صحیح حدیث میں ابی رقیہ تمیم بن اوس داریؓ سے روایت ہے کہ:۔

ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم	نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین خیر خواہی
قال الدین النصیحۃ، قال لمن	کا نام ہے، ہم نے پوچھا کس کے لئے؟ تو فرمایا کہ
قال للہ ولکتابہ، ولرسولہ	اللہ کے لئے، اور اس کے رسول کے لئے، مسلمانوں کے
ولأئمۃ المسلمین وعامتھم۔[1]	سربراہوں کے لئے اور عام مسلمانوں کے لئے۔

اسی احساس فرض نے راقم سطور کو ان خطوط کے شائع کرنے پر آمادہ کیا جن کے ذریعہ آل سعود کے محترم و عظیم خاندان کے بادشاہوں کو خطاب کرنے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق دی،[2] ان میں سرفہرست خادم حرمین شریفین، اتحاد اسلامی کے علمبردار مغفور و شہید شاہ فیصل بن عبدالعزیزؒ اور اس خاندان کے امراء و شیوخ اور اس عزیز مملکت کے بلند مقام وزراء اور ذمہ داران اور سعودی عرب کے اہل الرائے ہیں۔

ان خطوط کے ساتھ وہ تقریریں بھی پیش کی جا رہی ہیں، جو سعودی عرب میں مختلف مواقع پر منعقد ہونے والی کانفرنسوں اور علمی مجلسوں میں کی گئی تھیں، یہ ایک تاریخی امانت اور مستقبل کے لئے کام کا ایک نقشہ بھی ہے، اس طرح ان معروضات کی یاددہانی بھی ہو جائے گی جو گذشتہ موقعوں پر پیش کئے جا چکے ہیں، اور ان سے زیادہ نازک اور فیصلہ کن مواقع درپیش ہیں، شائد وہ

---

[1] صحیح مسلم [2] عربی میں اس کتاب کا نام کیف ینظر المسلمون الی الحجاز و جزیرۃ العرب (دنیا کے مسلمان حجاز اور جزیرۃ العرب کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟) ہے، اس کتاب کی ضخامت ۱۴۴ صفحات ہے اور وہ دار عرفات دائرہ شاہ علم اللہ رائے بریلی کی طرف سے ندوۃ العلماء کے پریس سے اکتوبر ۱۹۷۵ء میں شائع ہوئی۔

www.abulhasanalinadwi.org

دوبارہ اپنی طرف ذمہ داروں کی توجہ مبذول کرسکیں اور عالم اسلام کے باشعور و بااثر اصحاب اور اہل فکر اور دانشوروں میں اس ملک و مملکت سے متعلق ذمہ داری کا احساس پیدا کرا سکیں۔

راقم کو خلیج اور کویت کے بعض امراء و شیوخ کو بھی خط لکھنے کے مواقع میسر آئے اور اس نے ان کی توجہ اسلام اور نبوت محمدی کے دامن کو مضبوطی سے تھامنے کی طرف مبذول کرائی، جس کے سبب اللہ تعالیٰ نے عربوں کو یہ سب عزت و عظمت عطا کی، اور دین و دنیا کی دولت و سعادت سے ہمکنار کیا، انھیں متنبہ کیا گیا کہ جدید وسائل اور اپنی سرزمین سے ابلنے والی دولت سے وہ کام لینے میں طفیلی اور مغرب کا مقلد بننے کے بجائے اپنے دماغ اور ذہانت اور خود شناسی و خود نگری سے کام لیں، اس کے ساتھ ان کو اپنے ملکوں میں اجنبی اثرات، غیر اسلامی عبادت گاہوں کی تعمیر اور غیر مسلم اقلیتوں کے روز افزوں اضافہ و توسیع اور اس سے پیدا ہونے والے پیچیدہ مسائل کے خطرات سے بھی آگاہ کیا گیا، اس سلسلہ میں امرائے خلیج اور امیر کویت کو متعدد خطوط لکھے گئے تھے، جن میں سے اکثر کے اصل مسودے ضائع ہوگئے صرف سابق امیر کویت شیخ عبداللہ السالم الصباح کے نام وہ خط محفوظ رہا جو مصنف کے پہلے سفر کویت کے موقع پر شعبان ۱۳۸۱ھ میں لکھا گیا تھا، اس تاریخی خط کو سعودی عرب کے سلاطین و امراء و وزراء کے نام خطوط کے اس مجموعہ میں مفید اور مناسب سمجھ کر شامل کیا گیا ہے۔

حقیقت اور ایک تاریخی شہادت کے طور پر یہ اعتراف ضروری ہے کہ ان سطور کے لکھنے والے کو ان خطوط کے پیش کرنے اور ذمہ داران مملکت سے زبانی گفتگو کے موقع پر ہمیشہ خوش اخلاقی، کشادہ دلی، اور صبر و تحمل اور اس خندہ جبینی ہی سے سابقہ پڑا جو بات کرنے والے کو ہمت دلاتی اور صراحت اور مزید لب کشائی پر آمادہ کرتی ہے، اس معاملہ میں شاہ فیصل شہیدؒ

www.abulhasanalinadwi.org

سب سے بڑھے ہوئے تھے، اپنے فطری اسلامی اخلاق، عربی طبیعت اور قائدانہ صلاحیت کے سبب انھوں نے راقم الحروف کو تحریر و تقریر کی مکمل آزادی دے رکھی تھی، جس کی وجہ سے وہ بغیر کسی حجاب اور تذبذب کے ان سے اپنے دل کی بات کہہ دیتا تھا۔

اعتراف و ممنونیت کے اس جذبہ اور امید و آرزو کے اس احساس کے ساتھ ہم پہلی مرتبہ یہ خطوط، تقریریں اور تحریریں شائع کر رہے ہیں۔

واللہ ولی التوفیق

ابوالحسن علی

دائرہ شاہ علم اللہ رائے بریلی

۲۹ شوال ۱۳۹۷ھ
۱۴ اکتوبر ۱۹۷۷ء

www.abulhasanalinadwi.org

انسانیت کو ایک فلاحی و مثالی حکومت کی ضرورت ہے

(شاہزادہ سعود بن عبدالعزیز ولی عہد مملکت عربیہ سعودیہ کے نام خط کا ایک حصہ)

[۱۳۶۶ھ (۱۹۴۷ء) میں مصنف کتاب نے حج کے موقع پر پہلی بار حجاز اور حرمین شریفین کی زیارت کا شرف حاصل کیا، اسے بلاد مقدسہ میں چھ ماہ کے طویل قیام کا موقع ملا، اور اس نے حرمین کی حاضری اور مسجد حرام اور مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی سعادت حاصل کی، اس دوران وہاں کے مختلف طبقات سے ملنے، اور روزمرہ کی زندگی اور حالات کے مطالعہ اور مختلف قسموں کی مجلسوں میں حاضری کے مواقع بھی ملے، مصنف کو سعودی حکومت (جس کے سربراہ اس وقت سلطان عبدالعزیز بن سعود تھے) کی متعدد انقلاب انگیز اصلاحات اور حیرت انگیز انتظامات سے واقف ہو کر مسرت و حیرت کا دوگونہ احساس ہوا۔

اس وقت مملکت سعودیہ سادہ اور پرمشقت صحرائی زندگی سے نکل کر تمدنی ترقی ملکی خوشحالی اور ترقی یافتہ دنیاوی (سکولر) حکومتوں کی پیروی کے ضروری دور میں داخل ہو رہی تھی، اور ملک و معاشرہ میں اس کے ابتدائی نقوش ابھر رہے تھے، اس لئے اس نے اس ملک اور اس کے مستقبل سے اخلاص و تعلق رکھنے والے ایک مسلمان اور فلسفہ و تمدن اور قوموں اور تہذیبوں کے عروج و زوال کی تاریخ کے طالب علم کی

www.abulhasanalinadwi.org

حیثیت سے یہ ضروری سمجھا کہ ذمہ داران مملکت اور شاہی خاندان کے ان افراد کو جن کے ہاتھوں میں اس ملک کی زمام اقتدار آنے والی ہے، ان کی عظیم و نازک ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائے اور اس کے لئے وہ طرز اختیار کرے جو اس مقصد کی تکمیل کے لئے زیادہ سے زیادہ مفید اور کامیاب ہو، چنانچہ اس نے اس وقت کے ولی عہد امیر سعود بن عبدالعزیز کو اس حالت میں ایک خط لکھا جب وہ حجاز سے رخصت ہو کر جہاز پر ہندوستان کے لئے سوار ہو رہا تھا، یہ واقعہ یکم ربیع الاول ۱۳۶۷ھ (۱۳ جنوری ۱۹۴۸ء) کا ہے، راقم نے یہ خط اپنے بزرگ دوست عالی مرتبت الشیخ عمر بن الحسن آل الشیخ (رئیس محکمہ امر بالمعروف والنہی عن المنکر ریاض) تک پہونچانے کا انتظام کیا جو ولی عہد کے خصوصی معتمد و مشیر تھے، مصنف کو ان کے ایک گرامی نامہ سے یہ معلوم ہوا کہ ولی عہد محترم اس خط کے مشمولات سے آگاہ ہوئے، انھوں نے اس کو توجہ اور دلچسپی سے سنا۔]

اسلام کے دور اول میں اسلامی شہر اور دار الحکومت (جن میں سب سے ممتاز جزیرۃ العرب اور حجاز تھے) دراصل مرکز دعوت و ہدایت تھے، جہاں قدم رکھتے ہی انسان کو محسوس ہو جاتا تھا کہ وہ مرکز اسلام میں ہے، اور اس کی فضا میں سانس لے رہا ہے، کیونکہ وہ حدود اللہ کو قائم، احکام شرع کو نافذ ہوتے دیکھتا تھا، اور دین کے کسی معاملہ میں کسی کو غفلت و تمسخر، علانیہ فسق و فجور، بدعت و معصیت، بے حیائی و بے ایمانی، رشوت و خیانت، یا کسی بھی اسلام کے منافی عمل میں مبتلا نہیں پاتا تھا، بلکہ خدا شناسی، آخرت طلبی فضیلت و تقویٰ کی تحصیل، کتاب و سنت کے اتباع، شرک و بدعت سے اجتناب اور دین پر سختی سے عمل پیرا ہونے کی دعوت ہر جگہ سنائی دیتی تھی، اور ہر کوچہ و بازار میں وہ اس پر عمل ہوتے بھی دیکھتا، وہ دینی روح، ایمان و دینی حمیت، اور اہل دین کی محبت سے سرشار

www.abulhasanalinadwi.org

ہوجاتا تھا، اور جب وہاں سے واپس ہوتا تھا تو اس کے ایمان و علم میں ترقی، دین میں مزید پختگی، اور دین کے نمائندوں پر اعتماد میں اضافہ ہوجاتا تھا، اور جب کوئی اجنبی یا نومسلم وہاں جانکلتا تھا تو اسلامی زندگی کے امتیازات و خصوصیات اور اسلامی حکومت کی برکات دیکھ کر اس کے دل میں وہیں قیام کرنے کی تمنا پیدا ہوتی تھی، اور اسے اس ملک کو چھوڑنا مشکل ہوجاتا، اور اپنے ملک میں واپسی کے تصور سے وحشت ہونے لگتی تھی۔

حرمین شریفین اس اسلامی حکومت میں جو ہدایت اور دینی قیادت کے اصول پر قائم تھی، دین کی درس گاہ، اور اسلامی ثقافت کا ایسا گہوارہ تھے، جہاں اسلامی زندگی کا جمال و کمال کھلی آنکھوں نظر آتا تھا، دنیا کے دور دراز مقامات کے مسلمان وہاں جاکر دین و دنیا کے منافع سے متمتع ہوتے، دین کا فہم حاصل کرتے اور لوٹنے کے بعد اپنی قوم میں تعلیم و تبلیغ کا فرض انجام دیتے، وہ حرمین کے مشاہدات سے اپنے ملک میں استدلال کرتے اور وہاں کے اعمال کو حجت و سند بناتے تھے، کیونکہ حجاز میں (جو مرکز اسلام تھا) جو کچھ ہوتا تھا، وہ عین دین و سنت اور اسلامی تعلیمات کے مطابق ہوتا تھا۔

پھر وہ دور آیا جب مسلمان سلاطین یہ بھول گئے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جو حکومت و اقتدار عطا فرمایا وہ محض اس دین و دعوت کا انعام تھا، اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دعوت و رسالت نہ ہوتی، مکہ و طائف میں وہ جانگداز مصائب پیش نہ آتے، سفر ہجرت میں غار ثور کا نازک مرحلہ نہ آتا، احد کے معرکہ میں دندان مبارک شہید نہ ہوتے، عم رسول حضرت حمزہ کے لاشہ کے ساتھ وہ وحشیانہ سلوک نہ ہوتا اور بئر معونہ میں انصار کی ایک جماعت اور خبیب بن عدیؓ[1] بے کسی مگر دلیری اور عشق رسول میں

---

[1] حضرت خبیب بن عدی بن مالکؓ کو بنو الحارث بن عامر نے بڑے دردناک طور پر قتل کیا، ان کو سولی پر لٹکا دیا، اور ان کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے، شہادت سے پہلے یہ شعر ان کی زبان پر تھا

ولست أبالي حين أقتل مسلماً ۔۔۔ على أي جنب كان في الله مصرعي

(جب مسلمان ہونے کے جرم میں مارا جا رہا ہوں تو پھر مجھے اس کی پروا نہیں کہ قتل ہو کر کس پہلو پر گروں گا۔)

www.abulhasanalinadwi.org

سرشار ہو کر جان نہ دیتے، تو کبھی عربوں کی حکومت قائم نہ ہوتی، دمشق و بغداد دنیا کے نقشہ پر نظر نہ آتے، اور نہ بنی مروان، روم و ایران کا خراج وصول کر سکتے، اور نہ گذرنے والے ایک پارۂ ابر سے خلیفہ ہارون رشید اپنا وہ تاریخی جملہ کہتا "أمطری حیث شئتِ فسیاتینی خراجکِ" (تو جہاں چاہے جا کر برس، تیرا خراج تو میرے پاس آئے ہی گا۔)

خلافت راشدہ کے بعد مسلمان بادشاہوں نے اپنی حکومتوں کی بنیاد تحصیل وصول کے اصول پر رکھی، اور خدا و آخرت کی طرف بلانے کا کام بھول گئے، حدود شرعیہ اور احتساب کا نظام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہتمام معطل ہو کر رہ گیا، اور قرآن کے الفاظ میں "اَضَاعُوا الصَّلوٰةَ واتبعوا الشَّھوات" نمازیں ضائع کی جانے لگیں اور ہوائے نفس کی اتباع کی جانے لگی، جس کے سبب اسلامی مراکز دین کی درسگاہ اور اس کے تمدن و معاشرت کا آئینہ ہونے کے بجائے آنے والوں کے دلوں میں شک و نفاق پیدا کرنے کا ذریعہ بن گئے، اور عالمِ اسلام کے مختلف گوشوں سے آنے والے اب وہاں سے شعائر اسلام کی بے وقعتی، دین میں سستی و کاہلی، بے عملی اور اسلام کے نمائندوں سے بدظنی لے کر جانے لگے، اور مرکز اسلام میں ہونے والے ان افسوسناک واقعات اور اخلاقی انتشار کو دلیل بنانے لگے، اور یہ اسلامی علاقوں میں دعوت و اصلاح کا کام کرنے والوں کے لئے بڑی آزمائش بن گئی، آج عالم اسلام کی سب سے بڑی ضرورت اس حکومت کی ہے، جو اسلام کی صحیح نمائندگی کرتی ہو، اور جو دعوت و ہدایت، اور خدمت و خیر خواہی کی اساس پر قائم ہو، کیونکہ اسلام ذہنوں پر اپنا اثر اس وقت ڈال سکتا، اور لوگوں کی جستجو کی پیاس بجھا سکتا ہے، جب روئے زمین پر کوئی علاقہ ایسا ہو، جہاں اسلامی زندگی اور اسلامی ثقافت و معاشرے کے نمونے اور دعوت و تعلیم کے نتیجے دیکھنے میں آئیں، اور اگر ایسا کسی چھوٹے سے چھوٹے علاقہ میں بھی ہوتا ہے تو اسلام کی طرف لوگ اس تیزی سے آئیں گے جس کا اس سے پہلے تجربہ نہیں ہوا

www.abulhasanalinadwi.org

عالمِ اسلام کے ساتھ انسانی دنیا کو بھی ایسی مثالی حکومت کی ضرورت ہے، جس کا شعار و نصب العین ہدایت و اصلاح کے بجائے ٹیکس کی وصولی اور زراندوزی نہ ہو، کیوں کہ آج کی زار و نزار انسانیت کی کچھ مدد ایسی ہی حکومتیں کر سکتی ہیں جو دین و اخلاق، احترام انسانیت، روح کو مادہ پر، اخلاق کو املاک پر، اور انسان کو مال و منال پر کھلی ترجیح دیتی ہوں۔

اگر کسی خطۂ زمین پر ایسی کوئی حکومت قائم ہو جاتی ہے تو وہ (خواہ کتنی ہی چھوٹی اور کم مایہ ہو) ایسا کرشمہ اور کارنامہ ہوگی کہ دنیا اس کو دیکھ کر محوِ حیرت رہ جائے گی، وہ بڑے بڑے سیاست داں، اور اصحاب فکر و قلم کا مرکزِ توجہ بن جائے گی، لوگ رختِ سفر باندھ کر اس کی طرف اس طرح روانہ ہوں گے جیسے کوئی ڈوبنے والا کسی جزیرہ کی طرف لپکتا ہے، وہ اس حکومت کے سایہ میں رہ کر مصنوعی اور پیچیدہ تمدن اور ظالم استحصالی حکومتوں کے بوجھ سے بھاگنا چاہیں گے، اور اس طرح یہ حکومت جبینِ دہر پر ایک نقشِ دوام اور بحرِ ظلمات میں ایک منارۂ نور ثابت ہوگی۔

انسانیت نے مختلف نام رکھنے والی استحصالی حکومتوں، مثلاً مطلق العنان بادشاہتوں جمہوری سلطنتوں، سرمایہ داری اور اشتراکیت و اشتمالیت کی بنیاد پر قائم ہونے والی حکومتوں کا طویل تجربہ کیا، اور تجربہ کے بعد ان سب کو یکساں ہی پایا، ان کی اصل و اساس اور میلان و رجحان میں کوئی فرق نہیں محسوس کیا، اس نے ان کے ہر پہلو کو آزما کر دیکھا مگر ان درختوں سے کڑوے اور زہریلے پھلوں کے سوا اس کی جھولی میں کچھ نہ آیا، اس نے ان میں سے کسی سے اپنے دکھ کی دوا نہیں پائی، اور بالآخر اقبال کے الفاظ میں یہی کہتے سنا گیا ؎

زمامِ کار اگر مزدور کے ہاتھوں میں ہو پھر کیا؟ طریقِ کوہکن میں بھی وہی حیلے ہیں پرویزی
جلالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو جُدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

اسی لئے ان سیکڑوں حکومتوں میں اگر کسی نئی مسلم حکومت کا اضافہ ہوتا ہے تو بس یہی فرق پڑے گا کہ

www.abulhasanalinadwi.org

اس کا سربراہ مسلمان ہوگا، یا اس کے انتظامیہ میں مسلمانوں کی کچھ تعداد ہوگی اس کے علاوہ اس کی کوئی ایسی اور قابل ذکر حیثیت نہیں ہوگی جس سے کچھ نیک توقعات وابستہ کی جاسکیں، یہاں ایسی حکومتیں پہلے سے موجود ہیں جو اس نومولود حکومت پر اپنے رقبہ، آبادی، اپنے لمبے بجٹ، پیداوار زرمبادلہ کی کثرت، اپنی فوجی طاقت، جنگی جہازوں اور طیاروں، کارخانوں اور صنعت و تجارت کی ترقی، تہذیب و تمدن کے فروغ، حسن انتظام اور عوامی تعلیم کی سہولت کے لحاظ سے ترجیح پائیں گی، جیسا کہ یورپی ممالک کا حال ہے۔

کسی گوشۂ زمین میں کسی نئی مسلم حکومت کا قیام ایک ایسا زریں موقع ہے، جو بار بار ہاتھ نہیں آتا، اور ایسی مبارک ساعتیں، (جیسا کہ سنت الٰہی، مذاہب و ادیان اور دعوتوں اور قربانیوں کی تاریخ کا علم رکھنے والے جانتے ہیں) کہیں صدیوں کے بعد ایک جھلک دکھاتی ہیں اور شب تاریک میں بجلی کے کوندنے کی طرح نگاہوں کو خیرہ کر جاتی ہیں۔

اسی کے ساتھ یہ ایک عظیم امتحان اور آزمائش بھی ہے، اہل نظر کی نگاہیں، ان بانیان حکومت اور سربراہان مملکت کے چہروں پر آکر جم جاتی ہیں، اور وہ دیکھتے ہیں کہ یہ حضرات اس زریں موقع سے جو حکمت الٰہی نے ان کو نصیب کیا ہے، فائدہ اٹھاتے ہیں، وہ اپنے ذاتی مصالح و مفادات پر دین و دعوت کے تقاضوں کو ترجیح دیتے ہیں یا نہیں؟ اگر وہ اس فرصت کو غنیمت جان کر وقت کی قیمت پہچانتے اور اپنے دین و عقیدہ کی پرخلوص نمائندگی کرتے ہیں، تو لوگ ان کے بارے میں یقیناً اچھی رائے قائم کریں گے، اور ان کی کامیاب اور قابل قدر خدمات کا دل سے اعتراف کریں گے، اور اگر اس کے برعکس انھوں نے وقت اور قوت کا غلط استعمال کیا، اور دینی دعوت کے بجائے اس سے اپنے شخصی مصالح میں کام لیا اور ان مخلص کارگذاروں اور بے غرض داعیوں کی قربانیوں کو نظرانداز کر دیا، جنھوں نے ان کے لئے زمین ہموار کی اور جن کی بدولت یہ

www.abulhasanalinadwi.org

تاج و تخت کے مالک بنے، جیسا کہ اموی و عباسی اور دوسری حکومتوں نے کیا تو انھوں نے وہ موقع کھو دیا، وہ بھی ڈوبے اور وہ دعوت و تحریک بھی ڈوبی جس نے اپنی قسمت ان کے ساتھ وابستہ کر دی تھی، یا انھوں نے اس کو بھی اپنی کشتی پر سوار کر لیا تھا، اب کسی کو نہیں معلوم کہ اس خاندان یا اس جماعت کو پھر یہ موقع کب دیا جائے گا، اور دیا بھی جائے گا یا نہیں؟ تاریخ میں بہت سی قوموں اور جماعتوں نے حکومت و اقتدار کے مواقع کھو دیئے، اور ان سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا، اور وہ کم و بیش مہلت و فرصت ضائع کر کے قوموں کی زندگی کی دوڑ سے الگ رہ کر ان کی تماشائی بن کر کھڑی ہو گئیں، اپنے دور کا انتظار کرتی رہیں، اور اپنی پچھلی غلطی پر کف افسوس ملتی رہیں۔

آج اسلامی حکومتوں اور ان کے ذمہ داروں کے لئے موقع ہے کہ وہ اس وقت کو غنیمت جان کر اسی سمت میں آگے بڑھنے کی کوشش کریں، اور اپنی ہمت و توجہ سے اس مقام تک پہونچنے کی کوشش کریں، جہاں بڑے صلحاء و اتقیاء، زہد و عبادت کے ذریعہ بھی مشکل سے پہونچتے ہیں، یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب حکومت کو جو قوت و مقدرت اور اثر و نفوذ اور فرصت و مواقع دیئے ہیں، وہ دوسروں کے بس میں نہیں، وہ کمر کسنے پر آجائیں، اور نیک نیتی اور صدق دلی سے اس کی ہمت کر لیں تو دینی قوت کی بحالی، اصلاح معاشرہ اور سماج کو جاہلیت سے ہٹا کر اسلام کی راہ پر لانے کا اتنا کام ایک ہی دن میں کر سکتے ہیں، جتنا دوسرے مصلح اور کارکن اور اہل قلم برسوں اور صدیوں میں کرتے ہیں، اور اس طرح وہ اللہ کی رضا، دنیوی نفع، اور اخروی ثواب کا ایسا وافر حصہ پائیں گے جس پر بڑے متقی اور خدا کے نیک بندے بھی رشک کریں گے۔

لوگ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کو مجدد اور خلیفۂ راشد اس لئے کہتے ہیں کہ انھوں نے منفعت والی حکومت کا رخ ہدایت کی طرف موڑ دیا، زبردست اصلاحات کیں، اور اپنے اصلاحی خیالات کی راہ میں پامردی سے جمے رہے، انھوں نے جن آنی و فانی لذتوں اور راحتوں

www.abulhasanalinadwi.org

کی قربانی دی (جن کو ایک دن چھوڑنا ہی تھا) اس کا موازنہ اگر جنت کی لافانی اور غیر منقطع نعمتوں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب کرام کی رفاقت اور قیامت تک کی نیک نامی سے کیا جائے تو یہ پلڑا یقیناً بھاری ٹھہرے گا، اور ان کا شمار دنیا کے ذہین و عاقل ترین افراد میں کرنا پڑے گا، ہاتف غیب اس وقت بھی نغمہ سرا تھا، اور آج بھی اس کی یہ صدا کانوں میں آرہی ہے ؎

اے دل تمام نفع ہے سودائے عشق میں
ایک جان کا زیاں ہے سو ایسا زیاں نہیں

www.abulhasanalinadwi.org

بلاد مقدسہ کی منفرد حیثیت اور ان کے تحفظ کی اہمیت

(امیر فیصل بن عبدالعزیز سابق ولی عہد و وزیر اعظم سعودی عرب کے نام خط)

[راقم السطور کو (جو سعودی عرب حج و عمرہ اور علمی و مشاورتی مجالس میں شرکت کے لئے برابر جاتا رہتا تھا) یہ خبر ملی کہ اب ملک کی ترقی اور عوام کو راحت پہونچانے کے نام پر جدید وسائل تمدن، آلات تفریح، اور سعودی عرب کو ترقی یافتہ پڑوسی ممالک کے نقش قدم پر چلانے اور مغربی تہذیب کے ایک حصہ کو اپنانے کی تقلید کے بارے میں سنجیدگی کے ساتھ سوچا جانے لگا ہے، تاکہ اس بے چینی کا علاج ہو جو عرب نوجوانوں میں پھیل رہی ہے، اور اس خطرہ کا سدباب ہو جو مصر کی صحافت، ریڈیو اور اس کے تفریحی پروگراموں سے سعودی عرب کے معاشرہ میں رونما ہو گئی ہے، مکتوب نگار کو اس خبر کی صحت اور اس طرز فکر کے بارے میں کوئی قطعی بات تو نہیں معلوم ہوئی پھر بھی اس نے اندیشہ میں مبتلا کر دیا، اس لئے اس نے مملکت کے ذمہ داروں سے اس سلسلہ میں بات کرنا ضروری سمجھا۔

میری خوش قسمتی تھی کہ امیر فیصل (جو اس وقت ولی عہد مملکت اور وزیر اعظم تھے) انہی دنوں میں مدینہ منورہ آئے، موقع کو غنیمت سمجھ کر مکتوب نگار نے ان سے ملاقات اور تخلیہ میں گفتگو کی اجازت چاہی جس میں میرے

www.abulhasanalinadwi.org

عزیز رفیقِ[1] سفر کے سوا کوئی اور نہ ہو، موصوف نے میری پیش کش قبول کرلی، انھوں نے بڑے اطمینان اور صبر و سکون کے ساتھ میری معروضات سنیں اور اس پورے عرصہ میں گفتگو اور قطع کلام سے احتراز کیا، (جس کی توقع امراء و وزراء تو کیا افسروں اور عہدہ داروں سے بھی نہیں کی جاسکتی) مکتوب نگار نے ایک یادداشت بھی مرتب کرلی تھی، جس کے اسی وقت ملاحظہ فرمانے کی درخواست کی، شاہ مرحوم نے اسے لے کر راقم کی موجودگی ہی میں ملاحظہ فرمایا اور اس کی روشنی میں گفتگو کرتے ہوئے بعض نکات کی وضاحت اور بعض شبہات کا ازالہ کیا، انھوں نے فرمایا کہ مملکت اپنے کو اس مقدس امانت کی امین سمجھتی ہے، جو حرمین شریفین کی صورت میں تفویض ہوئی ہے، اور اس کے لئے وہ اپنے اندر پوری حمیت رکھتی ہے، وہ اسلام، اس کی تعلیمات اور عقائد و اخلاق کی منافی چیزوں کی کبھی اجازت نہ دے گی، وہ بذات خود ان بلاد مقدسہ کو مسلمانوں کا قلب و جگر اور نور نظر سمجھتے ہیں، اور یہ اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ ہر مسلمان کو اس کے بارے میں فکرمند ہونے اور اس کے ذمہ داروں کو نصیحت کرنے کا حق حاصل ہے۔

اس کے بعد مصنف کا بار بار بلاد مقدسہ جانا ہوا، اور اس عرصہ میں نئے حالات پیش آنے لگے، اور گرد و پیش کے سیاسی، اقتصادی اور تہذیبی عوامل کے سبب سعودی حکومت بھی فوری تبدیلیوں کی راہ پر چل پڑی، اس وجہ سے مکتوب نگار نے ذمہ داروں سے رابطہ پیدا کرنا ضروری سمجھا جن میں سرفہرست امیر فیصل بن عبدالعزیز کی ذات تھی، جو اس وقت ولی عہد، وزیر اعظم اور حجاز میں بادشاہ کے نائب تھے، اس لئے ذیل کا خط انھیں ۱۳۸۱ھ کے قریب کے برسوں میں لکھا گیا تھا۔]

---

[1] اس سفر میں میرے رفیق سفر عزیزی مولوی محمد رابع ندوی استاذ ادب عربی دارالعلوم ندوۃ العلماء تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

ولی عہد معظم ورئیس الوزراء! حفظہ اللہ ورعاہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

اللہ تعالیٰ ان انعامات کو قائم ودائم رکھے جن سے اس نے آپ کو سرفراز کیا ہے، اور ان کاموں کی توفیق دے جن میں اللہ کی رضا ہے، اور جو مسلمانوں کے شکر وتعریف کے مستحق ہیں، اور جن کا ذکر آنے والی نسلوں کی زبان پر رہے گا۔

جناب والا کو یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ ملک اور ممالک کی طرح نہیں، جہاں کی تہذیب وترقی، رفاہ عام، تعلیم وتربیت اور رائے عامہ کے ہموار کرنے کے لئے مشرق و مغرب کے کسی ملک کی طرف دیکھا جائے، یہ ایسا ملک ہے جس کے بارے میں اللہ کا ارادہ وفیصلہ ہے کہ یہ اسلام کا دارالحکومت، دین کا قلعہ اور مسلمانوں کے دلوں کی قرارگاہ بنے، یہ ملک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی امانت ہے، انھیں کی بعثت کے سبب تاریکی سے روشنی میں اور بہت سی قوموں کی طرح گمنامی کے غار اور تاریخ کے ملبے سے نکل کر شہرت وقیادت اور دنیا کی مرکزیت کے مقام بلند تک پہونچا ہے، اور اس کی زبان وثقافت دنیا کے وسیع خطۂ ارض، تاریخ کے طویل عرصہ اور اقوام وملل کے متنوع دائروں میں پھیل چکی ہے، اس لئے دین وامانت، مروت وشرافت، تاریخی واقعہ کے اعتراف اور مشرق و مغرب میں پھیلے ہوئے مسلمانوں کے جذبات کی رعایت اور حکیمانہ سیاست کا یہ تقاضا ہے کہ یہاں جو قاعدہ وقانون بنے، جو نصب العین طے ہو یا حکومت کی جو پالیسی بھی قرار پائے اور زندگی کا جو نہج بھی اپنایا جائے اس میں اس مملکت کی مخصوص شخصیت، اس کی عالمگیر مرکزیت، اس کی دائمی دعوت کا پورا پورا لحاظ رکھا جائے، اور ہر اس چیز سے بچا جائے، جو اس کے اصول وعقائد کے منافی ہو، اور اس کی شخصیت وحیثیت کو

www.abulhasanalinadwi.org

داغدار کرتی ہو، خواہ اس سے ملک کو کتنا ہی مادی نفع پہنچ رہا ہو، اور ملک کے باشندوں کو خوشحالی اور فارغ البالی مل رہی ہو، اس ملک اور اس کے قائدین کو اپنے عقیدہ کی راہ میں اس سے زیادہ قربانی دینی چاہیئے، جتنی کہ کمیونسٹ روس اور سرمایہ دار امریکہ کے قائدین ان ملکوں کے لئے دیتے ہیں، وہ اپنے اصول و نظریات اور ملک کے مسلک زندگی کے خلاف کسی چھوٹی سی چھوٹی چیز کی بھی اجازت نہیں دیتے خواہ اس سے بڑے سے بڑا مادی و مالی نفع حاصل ہوتا ہو۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ زندگی کو خوشگوار اور آرام دہ بنانے والی چیزوں کو اپنانے اور مغرب کے پیچھے چلنے والی متمدن دنیا کی تقلید میں جدید ذرائع ابلاغ، آزاد و بے قید نشریاتی پروگراموں اور مغربی زندگی کے مظاہر کو اختیار کرنے میں (جن کا تعلق ملک کی حقیقی ترقی و استحکام سے نہیں ہے) کوئی حرج نہیں ہے، اس سے عوام کی بے چینی کا علاج ہوتا ہے، اور وہ غلط ڈھنگ سے سوچنے سے بچ جاتے ہیں، (مگر مجھے معاف رکھا جائے) کہ میں تاریخ اور تجربہ کی روشنی میں اس سے اتفاق نہیں کر سکتا، میرے ناقص خیال میں یہ کوئی علاج نہیں، سمندر کا کھاری اور نمکین پانی تو پیاسے کو سیراب کرنے کے بجائے اس کی پیاس اور بڑھا دیتا ہے، صحیح علاج اسلام کے عدل اجتماعی کا قیام، ملک کی صنعت و تجارت کی ترقی، رزق حلال کی فراہمی، خود کفیل بنانے کے وسائل، کارخانوں کی تعمیر، زندگی کی ضرورتوں کا سستا ہونا، اور جائز سہولتوں کی فراہمی ہے، جن کا میدان تنگ اور محدود نہیں جیسا کہ شریعت اور انسانی فطرت سے ناواقف افراد سمجھتے ہیں۔

وہ تقلید و اتباع اور سطحی انداز فکر جو ہر فکری سیلاب کے دھارے میں بہہ جائے، اور ذرا بھی اس کا مقابلہ نہ کر سکے، جو ہر پروپیگنڈہ کے سامنے جھک جائے، اور ہر قسم کے مطالبات کو

www.abulhasanalinadwi.org

تسلیم کرنے لگے وہ ہر ملک اور حکومت کے لئے خطرہ ہے اور وہ ذرا سی دیر میں اخلاقی فساد بے صبری و بے کرداری پھیلا سکتا ہے جس کے بہت سے ممالک شکار ہیں اور جس نے ان کے قائدین و مصلحین کے ہاتھوں سے زمام اختیار چھین لی ہے اور وہ بے بس نظر آ رہے ہیں۔

اس قسم کا رجحان ان بلاد مقدسہ کی عزت و حرمت اور شخصیت کو کمزور کر دے گا، اس کا اس کے ماضی سے تعلق منقطع کر دے گا، اور ان بلاد مقدسہ اور ان کے رہنماؤں اور اللہ کی رحمت و نصرت کے درمیان دیوار کی طرح حائل ہو جائے گا، جس کے بغیر (اس نازک زمانہ میں جب دشمن نہایت قوی و چالاک ہے اور قدم قدم پر اللہ کی مدد کی ضرورت ہے) کسی فتح و غلبہ، عزت و وجاہت اور سلامتی و عافیت کی توقع بھی نہیں کی جا سکتی۔

(اگر یہ ملک بھی اس رخ پر چل پڑے جس کا بعض لوگ مشورہ دے رہے ہیں اور مصر و شام ولبنان جس بے لگام آزادی اور اخلاقی و شرعی حدود کو توڑنے والی آسائشوں کی راہ پر چل رہے ہیں اسی راہ کو اختیار کرے اس طرح وہ دوسرے عرب ممالک کی ریس میں قومیت کا نظریہ اپنا لے اور اپنے کو بھی دوسرے ملکوں اور قومی حکومتوں اور انسانی سوسائٹیوں جیسا سمجھنے جن کی کوئی مخصوص حیثیت و شخصیت، دعوت و مقام نہیں ہے تو وہ انہی ملکوں کی طرح ایک ملک بن کر رہ جائے گا، جن کی دنیا کے نقشہ اور قوموں کی صف میں کوئی قابل احترام جگہ نہیں (خدانخواستہ) اس طرح قرون اولی کے مسلمانوں، داعیوں اور مجاہدوں کی ان ساری کوششوں اور قربانیوں پر پانی پھر جائے گا، جو انھوں نے دعوت اسلام کے سلسلہ میں کیں، بھلا ایسے ملک کی کیا قدر و قیمت ہو سکتی ہے، جس کے باشندے عیش پسندی میں مبتلا ہو جائیں، جانوروں کی طرح اپنا پیٹ بھرنے لگیں، اور حشرات الارض کی طرح ایک دن مر جائیں، ان کے پاس کوئی دعوت و پیغام اصول و عقیدہ، شخصیت اور اخلاقی اقدار نہ ہوں اور وہ عالم اسلام کی طرف سے ملنے والی

www.abulhasanalinadwi.org

عزت و منصب قیادت کے ساتھ مغرب اور اس کے قائدین و مفکرین کی نظر میں اپنی ساکھ بھی کھو دے اور اپنا تاریخی مقام و کردار بھی جس کو تھوڑی سی ہمت و عزیمت اور معمولی سی قربانی و ایثار کے ذریعہ قائم رکھا جا سکتا ہے، یہ دوں ہمتی، کوتاہ نظری، اور بے عزمی کی ایسی مثال ہو گی، جس سے میں اس عظیم مملکت کے سربراہوں کو بہت بلند و رفیع سمجھتا ہوں۔

میں اس فرد کی حیثیت سے (جو اپنے دین و دانش، علم و ثقافت، بلکہ تہذیب و آدمیت میں تمام تر اس ملک کا زیر بار احسان ہے) آپ کو آپ کی ہمت بلند، و اہلیت ارجمند کا واسطہ دیتا ہوں، اور اللہ کی عطا کردہ اس جاہ و منصب اور اثر و نفوذ سے کام لینے کی درخواست کرتا ہوں، جس سے اس نے آپ کو نوازا ہے، آپ اس کے ذریعہ عمومی و خصوصی زندگی کے کسی بھی شعبہ میں ابھرنے والے اس خطرے کا مقابلہ کریں، اور ان عرب و مسلمان ممالک کی شخصیت کی حفاظت، فکری رہنمائی، رائے عامہ، صحافت و نشریات، علوم و فنون کو صحیح خطوط پر چلانے کے لئے اپنی پوری قوت و توانائی لگا دیں، جس کے سبب قوم اور نوخیز نسلوں کے دل و دماغ میں ایمان، دینی جوش و خروش، اسلامی غیرت و حمیت اور اخلاق و فضائل سے دلچسپی پیدا ہو اور فسق و فجور اور رذائل سے نفرت بیٹھ جائے، اس طرح ان کے ذہنوں میں اسلامی اقدار راسخ ہو کر انھیں ان محترم اور عظیم ذمہ داریوں کو اٹھانے کے قابل بنائیں جن کی توقع دنیا کے سارے مسلمان ان سے رکھتے ہیں، دعوت و جہاد کا جو موقع اور میدان اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا ہے، وہ ہر ایک کو ہر جگہ اور ہر وقت میسّر نہیں آتا۔ ع

کہ آتی نہیں فصلِ گل روز روز!

اس لئے میں اخلاص و اصرار کے ساتھ یہ توقع رکھوں گا کہ آپ اس فرصت کو غنیمت جانیں گے، اور اپنے پیغام کو عملی شکل میں نافذ کریں گے، کیونکہ یہ عظیم اور مقدس ملک اپنے

www.abulhasanalinadwi.org

گرد و پیش کے حوادث و انقلابات اور خود اپنے اندرونی، فکری انتشار اور ذہنی اضطراب کے سبب اپنی تاریخ کے نازک اور مشکل ترین مرحلہ سے گذر رہا ہے اور اس کا ایک ایک لمحہ مہینوں اور برسوں کی اہمیت رکھتا ہے، غلط سمت میں ایک چھوٹا قدم بھی اسے اتنی دور لے جاسکتا ہے، جہاں سے لوٹنا مشکل ہو جائے گا۔

اس صراحت و وضاحت کے لئے میں معذرت خواہ ہوں، جس کے لئے مجھے اس ملک، اس کی حکومت سے خیر خواہی اور خلوص، اور عرب اور مسلمانوں کے لئے عزت و سلامتی اور سیادت و قیادت کی طلب ہی نے آمادہ کیا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

تعیش پرور سیاست کی ناکامی ایک تاریخی حقیقت ہے

[امیر فیصل جو اس وقت ولی عہد اور وزیر اعظم تھے، اپنے بھائی جلالۃ الملک سعود بن عبدالعزیز کے تخت سے ہٹنے کے بعد سعودی عرب کے بادشاہ تسلیم کئے گئے، یہ تاریخ ۲۷ جمادی الآخر ۱۳۸۴ھ (۲ نومبر ۱۹۶۴ء) تھی، انھوں نے بڑے عزم و حزم اور حکمت کے ساتھ اس وقت زمام اقتدار اپنے ہاتھ میں لی، جب ملک کو سخت خطرہ اور ایسے دشمنوں سے سامنا تھا، جو کسی اوچھی حرکت سے بھی باز نہیں آتے، اور اپنے کسی مسلمان بھائی سے رشتہ و پیوند کا لحاظ نہیں کرتے، مگر شاہ موصوف نے تھوڑی ہی مدت میں ان مشکلات پر قابو پالیا، اور مخالف منصوبوں اور مجرمانہ سازشوں کو ناکام بنا کر عوام کا اعتماد حاصل کرلیا، اور دنیا نے انھیں خادم حرمین، اسلامی اتحاد کے علمبردار، اور جملہ اسلامی مسائل کے ایک پرجوش اور صاحب ہوش حامی و داعی کی شکل میں دیکھا، اور اپنی تائید اور شاہانہ سرپرستی اور جذباتی تعلق سے "رابطہ عالم اسلامی" کو ایک متحرک اور فعال عالمی ادارہ بنا دیا۔

ان باتوں کی وجہ سے مشرق و مغرب کے مسلمان انھیں اس اسلامی قائد اور مسلمان بادشاہ کی نظر سے دیکھنے لگے، جو مقامات مقدسہ کے بارے میں غیرت مند اور دنیا کی اسلامی تنظیمات اور اداروں کا سچا خیر خواہ ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

راقم السطور بھی ان چند خوش بختوں میں تھا جنھیں شاہ مرحوم کا اعتماد حاصل تھا، اور ان سے وہ مانوس تھے، اور خصوصی مجلس میں انھیں اپنی بات کہنے کی آزادی تھی، اور جن کو انھوں نے ملاقاتوں اور گفتگوؤں کا بارہا موقع دیا تھا چنانچہ راقم نے اس اعتماد اور گرانقدر فرصت کو غنیمت جان کر شاہ موصوف سے حال دل اور مافی الضمیر کہنے کا شرف حاصل کیا، اس کے ساتھ ہی وہ "رابطۂ عالم اسلامی" کے بنیادی ارکان میں تھا جس پر شاہ موصوف کی خصوصی توجہ تھی، اور جس کے ممبران کو عالم اسلام اور بلاد مقدسہ کے بارے میں گفتگو کی آزادی دے رکھی تھی۔

ان یادگار ملاقاتوں میں جن کو راقم الحروف کبھی نہیں بھول سکتا، وہ ملاقات بھی تھی، جو وزیر اعظم کے دفتر میں ربیع الاول ۱۳۸۹ھ (جون ۱۹۶۹ء) کو ہوئی جس میں راقم نے شاہ موصوف کو ایک تحریر پیش کی، جسے اس مجلس کے لئے تیار کر رکھا تھا، اور شاہ موصوف سے اسی مجلس میں پڑھ لینے کی درخواست کی، انھوں نے اسے قبول کرتے ہوئے، حرف بہ حرف پڑھ لیا، اس کے بعد راقم نے اس تحریر کے بنیادی نکات کی تشریح اور اپنے نقطۂ نظر کی تفصیل پیش کی، اور شاہ مرحوم نے اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے اپنے تأثرات و عزائم کا اظہار کیا اور ان مشوروں کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جو بلاد مقدسہ کے لئے غیرت و حمیت اور اخلاص و محبت کے جذبہ پر مبنی تھے، وہ تاریخی تحریر ذیل میں درج کی جارہی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

جلالۃ الملک فیصل المعظم حرسہ اللہ ورعاہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

مجھے یہ عزت حاصل ہے کہ جب بھی میں نے ملاقات کی خواہش ظاہر کی تو شاہ محترم نے آزادانہ طور پر ملاقات اور گفتگو کا موقع بخشا، اور میری باتوں کو غور سے سن کر اور موضوع پر گفتگو کر کے مزید عزت افزائی فرمائی، میں نے اس بار اپنی معروضات کو تحریری شکل دینا اس لئے مناسب سمجھا کہ کوئی ضروری بات نہ رہ جائے اور اس کے ساتھ ہی یہ یادداشت جلالۃ الملک کے پاس محفوظ اور شاہ محترم کی توجہ سے سرفراز ہو۔

(میں دیکھ رہا ہوں کہ جزیرۃ العرب کی طرف (جو اسلام اور امن وسلامتی کا آخری قلعہ ہے) ایسے خطرناک فتنے منہ پھیلائے ہوئے چلے آرہے ہیں، جو رحم کرنا نہیں جانتے، اور جن کے یہاں کسی کا استثناء نہیں، اب تو تمام عرب ممالک بلکہ اسلامی ممالک (الا ماشاء اللہ) اشتراکیت وکمیونزم کے تجربہ سے گذر رہے ہیں، اور فوجی حکام، انقلابی رہنماؤں اور مطلق العنان لیڈروں کے رحم وکرم پر ہیں، عوام ان کے چنگل میں اس طرح ہیں، جیسے کنجشک ناتواں باز کے تیز اور نوکیلے پنجوں میں ہو، اس ملک کی طرف اشتراکیت ہر چہار جانب سے بڑھ رہی ہے، اس کے علاوہ اس کے حامیتی اور علمبردار ہیں، جو خفیہ طریقوں سے کام کرتے اور ذہنوں اور دماغوں کو تربیت وثقافت، تالیف وصحافت اور نشر واشاعت کے ذریعہ ان تخریبی فلسفوں کے قبول کرنے پر آمادہ کرتے رہتے ہیں۔)

عوام کے لئے اسباب عیش کی فراوانی، ان کے جائز وناجائز مطالبات کی تکمیل اور آرام وراحت کا ہر سامان مہیا کرنے کا تجربہ بنو امیہ وبنو عباس سے لے کر آج تک کے جملہ اسلامی ممالک اور اسلام کی طویل تاریخ میں ناکام رہا ہے، اور یہ سیاست (جس میں یہ سمجھا گیا تھا کہ

www.abulhasanalinadwi.org

عوام کے اضطراب و بے چینی اور نوجوانوں کی حوصلہ مندی کو ملکی مسائل اور سیاسی حالات پر غور کرنے کے بجائے لذتوں اور مسرتوں اور زندگی کے لطف کی طرف موڑا جا سکتا ہے) ہمیشہ ناکام رہی ہے اور اس نے قوموں کو شکر و احسان مندی اور قدر دانی پر آمادہ نہیں کیا ہے، بلکہ جن معاشروں پر نعمتوں کی بارش کی گئی اور گویا جنت ارضی ان کے قدموں میں ڈال دی گئی وہی سب سے زیادہ کفران نعمت، احسان فراموشی، ناشکری اور رحم دل اور فیاض حکمراں خاندانوں کی مخالفت پر کمربستہ اور پہلی فرصت میں بغاوت پر آمادہ ہو گئے، انھوں نے حکومتوں کا تختہ الٹ دیا، اور اپنے محسنوں کے ساتھ وہ بدترین معاملہ کیا جسے تاریخ نے محفوظ رکھا ہے، یہ لذت کوش اور موقع پرست مادیت کی فطرت رہی ہے، جو دین کے مفہوم سے نا آشنا اور اخلاقی قدروں اور آخرت کے حساب کی منکر ہے، اور یہ ہر جگہ کی ایسی کہانی اور ایسا ڈرامہ ہے، جو تاریخ کے تمام ادوار میں دہرایا گیا ہے، امویوں اور عباسیوں کے اخیر دور اور مشرقی و مغربی حکومتوں کے ساتھ (جب کہ ان کا تمدن نقطۂ عروج پر تھا) یہی ہوا، مصر و شام میں یہی ہوا، ماضی قریب میں عراق میں یہی کچھ ہو چکا ہے، اور سوڈان میں کچھ دنوں ہی پہلے انقلاب ہوا ہے، ان ملکوں میں رعایتوں اور سہولتوں اور عیش و آرام اور تفریح و دل بستگی کے سامانوں کی فراوانی نے کوئی فائدہ نہیں پہونچایا، عوام نے ہر سرپھرے کو خوش آمدید کہا اور پہلی فرصت میں انقلاب برپا کر دیا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ایمان راسخ، اخلاقی پختگی و استقامت، زندگی میں میانہ روی اور اسباب معیشت میں زہد و قناعت اور (مختصر و واضح الفاظ میں) خوف خدا، حساب آخرت کا ڈر، شرم و حیا، اور صدق و وفا ہی وہ صفات ہیں، جو ناشکری و نافرمانی، مسلسل بے چینی، خیانت و غداری، چڑھتے سورج کی پوجا، ہر چمکتی چیز کو سونا سمجھ کر لپکنے سے روکتی ہیں، بہت ڈرتے ڈرتے یہ بات زبان سے نکال رہا ہوں کہ مقدسات اسلامیہ کو

www.abulhasanalinadwi.org

ان سرکش لہروں سے بچانے کی فرصت بہت کم رہ گئی ہے، جو غضبناک انداز میں اس کی طرف بڑھ رہی ہیں، نیز اس کا پورا اندیشہ ہے کہ یہ جزیرۃ العرب بھی ان انانیت پسند انقلابیوں کا صید زبوں اور لقمۂ تر بن جائے جو ملک کو تباہ اور اسے دنیا و آخرت کی ہر نعمت سے محروم کر دیتے ہیں، مجھے معاف رکھا جائے اگر میں کہوں کہ یہ آخری فرصت و موقع ہے، اور اس مملکت کا بالغ نظر حکمراں مہلت کی اس مختصر مدت اور اس خطرے کی شدت سے اچھی طرح واقف ہے، غیر معمولی حالات کا مقابلہ اس عام سیاست سے نہیں ہو سکتا، جسے وہ تمام حکومتیں اپناتی رہی ہیں، جو ان انقلابات کا شکار ہوئیں، اللہ تعالیٰ نے ان رسمی و روایتی طریقوں میں کوئی کامیابی نہیں رکھی ہے، اس لئے وہ کسی ملک میں انقلاب کی لہر کو نہیں روک سکے، اس نازک وقت میں تو فیصلہ کن اور جرأت مندانہ اقدامات اور بنیادی اصلاحات اور اللہ سے سچا عہد و پیمان ہی کام آسکتا ہے، اس لئے جلالۃ الملک مجھے یہ کہنے کی اجازت دیں کہ ہماری مثال قوم یونس جیسی ہے، جس نے آخری ساعت میں اللہ تعالیٰ سے اپنے صدق و اخلاص اور توبہ و رجوع کا اظہار کیا، اور اپنی حالت بدلی تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس کے ساتھ اپنا معاملہ بدل دیا۔

یہاں مختصر طور پر چند بنیادی نکات ہیں، جن پر زور دینے کی ضرورت ہے:۔

۱۔ صدق و اخلاص اور حکومت و سیاست، تعلیم و ثقافت اور ہر اس چیز کو جو رائے عامہ کو متأثر کرتی ہے، اور عوام کے ذہن و اخلاق اور ملک کے مستقبل پر اثر انداز ہوتی ہے، ان مقاصد کے تابع کرنے کا عزم ضروری ہے، جن کے لئے کعبہ کی تعمیر کی گئی تھی، اور اسی کے لئے یہ ملک منتخب ہوا تھا، تاکہ اسلام کا مرکز اور عالمگیر ہدایت کا منارہ بنے نیز اس حکمت کی طرف بھی نظر کرنا ضروری ہے، جس سے قرآن نے آگاہ کیا ہے کہ:۔

www.abulhasanalinadwi.org

وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ۔ (الحج - ۲۵)

اور جو (مسجد حرام اور مکہ میں) شرارت سے کج روی کرنا چاہے اس کو ہم دردناک دینے والے عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

۲۔ اس تضاد اور دوعملی کا خاتمہ جو جلالۃ الملک کے اعلانات و عزائم کے باوجود اس مملکت میں پائی جاتی ہے، اور جس کے مظاہرے نظام تعلیم، ذرائع ابلاغ، نشریات و ثقافت اور اخلاق و معاشرت میں روزمرہ دیکھنے میں آتے رہتے ہیں، تفریح اور لہو و لعب، ہیجان انگیز افسانوں اور درآمد کئے ہوئے پروگراموں کی طرف عوام کا رجحان بڑھتا جارہا ہے، جن کے سبب والدین، مربی و اساتذہ، اور علماء کے ہاتھ سے زمام اختیار نکل رہی ہے اور جس کے ہوتے ہوئے کوئی بھی قوم اپنا باقی ماندہ دینی شعور اور اخلاقی پاکیزگی برقرار نہیں رکھ سکتی، اور ہنگامی اور ناگہانی حالات و حوادث کا مقابلہ نہیں کرسکتی، اور کسی بیرونی خطرہ سے نپٹ نہیں سکتی۔

۳۔ صحیح اسلامی زندگی کا رواج، وہ زندگی جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور اس میں برکت و مدد فرماتا ہے، اس کے ساتھ ہی تمام منکرات اور خدا کے غضب کا مورد بنانے والے اعمال و اخلاق پر کڑی نظر بھی ضروری ہے، روز افزوں دولت اور اس کا ایک مخصوص طبقہ میں محدود رہنا، شاہی خاندان کے افراد اور مخصوص خاندانوں کی بعض وسائل معیشت اور تجارتوں پر اجارہ داری (MONOPOLY) دولت کا اکتناز اور افراط زر یہ سب باتیں انتہا پسند کمیونزم اور نقاب پوش اشتراکیت کا راستہ ہموار کرتی، اور اس کے لئے دروازے کھولتی ہیں، فلسفۂ تاریخ کے بانی ابن خلدون نے بھی اس کے نقصانات اور زندگی پر برے اثرات سے آگاہ کیا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

۴۔ انانیت پسند عرب قائدین پر عدم اعتماد، جن کو صرف اپنے ذاتی مصالح و مفادات سے غرض ہے اور جن کے بارے میں قرآن مجید نے کہا ہے:۔

لَا يَرْقُبُونَ فِي مُؤْمِنٍ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً (التوبہ۔۱۰) — وہ کسی مومن کے رشتہ اور تعلق کا لحاظ نہیں کرتے

اور جن کی یہ صفت بیان کی ہے کہ:۔

يُرْضُونَكُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ وَتَأْبَىٰ قُلُوبُهُمْ وَأَكْثَرُهُمْ فَاسِقُونَ۔ (التوبہ۔۸) — وہ تمہیں اپنی زبانی باتوں سے خوش کرتے ہیں حالانکہ ان کے دلوں میں کچھ اور ہوتا ہے اور ان میں سے اکثر فاسق لوگ ہیں۔

یہ قائدین اپنے حلیفوں کی حکومتوں کا بھی تختہ الٹنے اور انقلاب لانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے، انھیں کسی ملک کا استحکام اور خوشحالی پسند نہیں، انھیں مسلمانوں اور عربوں کے مقابلہ میں یہود عزیز ہیں، یہ لوگ پہلی فرصت میں ان لوگوں سے انتقام لیتے ہیں، جنھوں نے آڑے وقتوں میں ان کی مالی مدد کی تھی، انھیں مصیبت سے نکالا تھا، وہ اپنی نشریات و صحافت کے ذریعہ اس طرح ان کے بُرے دن کرتے ہیں، ان کے عیوب اچھالتے ہیں، اور ان کی خوبیوں پر پردہ ڈالتے ہیں کہ جیسے ان سے کبھی دوستی کا رشتہ ہی نہ تھا، قرآن کہتا ہے:۔

كَأَن لَّمْ تَكُن بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ مَوَدَّةٌ (النساء۷۳) — گویا کہ کبھی تمہارے ان کے درمیان محبت رہی نہیں

اس کے برعکس ملک اور بیرون ملک کے سچے اور مخلص لوگوں پر اعتماد کرنا چاہیے، جنھیں آپ سے عقیدہ کا اور جذباتی تعلق ہے، اخلاص و وفاداری جن کا دین و ایمان ہے، جو اللہ کے لئے محبت اور اللہ کے لئے عداوت پر عقیدہ رکھتے ہیں، اور ان کی غرض اللہ کا قرب اور اللہ کے دین کی سربلندی، بغیر کسی مالی منفعت یا ذاتی و سیاسی مصلحت کے ہوتی ہے، مشکل وقتوں

www.abulhasanalinadwi.org

میں یہی لوگ قوت بازو ثابت ہوتے ہیں اور کام آتے ہیں، یہ اخلاص صرف گہرے ایمان، بے لچک دینداری، روحانی تعلق، اور ایسی صاف دلی سے پیدا ہوتا ہے جس میں کسی شبہہ کی گنجائش نہیں ہوتی، حکومت اور انتظامیہ میں ان کا وجود اور داخلی و خارجی سیاست میں ان پر اعتماد کامیابی کی سب سے بڑی ضمانت ہے۔

برخلاف اس کے موقع پرست، نامذہبی اصول حکومت پر عقیدہ رکھنے والے عناصر کا کوئی دین و ایمان نہیں، ان کے یہاں اخلاق و عقیدہ کی کوئی اہمیت اور ان کے دل میں بلاد مقدسہ کی کوئی قدر و قیمت نہیں، وہ اپنی خواہشوں اور مصلحتوں کے بندے ہیں، اور اپنے غیر ملکی آقاؤں کے اشاروں پر کام کرتے ہیں۔

یہ سب باتیں جو لکھی گئیں، اخلاص اور اس مملکت اور اس شخصیت سے محبت و تعلق کا نتیجہ ہیں، جسے اللہ نے ان بلاد مقدسہ کی خدمت و حفاظت سپرد کی ہے، اس کا محرک یہ احساس ہے کہ فتنے اور خطرات اس مقدس و محبوب سرزمین کی فصیلوں تک پہونچ گئے ہیں، اور وہ اس کے دروازوں پر دستک دے رہے ہیں، جلالۃ الملک کی وسیع معلومات اور نادر ذکاوت و ذہانت مجھے مزید طوالت و تفصیل اور شرح و تعلیل سے روکتی ہے۔

واللہ المستعان۔

www.abulhasanalinadwi.org

اسلامیت کی آخری سرحد کی ناگزیر حفاظت

(عالی جناب فہد بن عبدالعزیز آل سعود ولی عہد اور نائب وزیر اعظم کے نام خط)

[اللہ تعالیٰ کے انعام، پٹرول اور عالمی اقتصادیات میں اونچے مقام کے سبب سعودی عرب نے جدید تمدن اور خوشحالی کے راستہ پر وہ منزلیں تھوڑی مدت میں طے کرلیں جو دوسرے ملک طویل مدت میں طے کرتے ہیں، وہ آج کی دنیا میں تمام اسلامی ممالک کا دولت مند ترین ملک بن گیا ہے، اس کے ساتھ نفس انسانی کے فطری مظاہر بھی سامنے آنے لگے ہیں، جن سے وہ انسانی معاشرہ یا تہذیب خالی نہیں ہوتی جس کا دینی رجحان کمزور پڑ گیا ہو، اور تمدن و مادیت کا بحر متواج اسے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہو، اور اس کی لہریں اس کو اپنی گرفت میں لے رہی ہوں، یعنی اخلاقی بیماریوں کا ظہور، دولت کی بڑھی ہوئی ہوس، اور ہر طرح سے اس کے حاصل کرنے کا عزم، ذرائع تفریح کا بڑھا ہوا شوق، آرام طلبی اور نزاکت، اتراہٹ اور احسان فراموشی، وہ سنگدلی اور خود غرضی جو سرمایہ داروں اور دولت کے پرستاروں کا شیوہ ہے، ان چیزوں نے راقم الحروف کو (جس کو مختلف تقریبوں سے اس مقدس سرزمین کی زیارت کا بار بار اور جلد جلد شرف حاصل ہوتا رہتا ہے، اور جس کو ہر طبقہ اور ہر حلقہ

www.abulhasanalinadwi.org

میں بیٹھنے کے مواقع ملتے ہیں) گہری تشویش میں مبتلا کر دیا، فکر و تشویش کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ یہ واقعات اس ملک میں رونما ہو رہے تھے، جو عالم اسلام کی آخری چوکی اور آخری سرحد ہے، جلالۃ الملک فیصل شہیدؒ اللہ کو پیارے ہو چکے تھے، اور ان کی جگہ ان کے بھائی شاہ خالد نے لی تھی، اور ولی عہد امیر فہد بن عبدالعزیز نائب وزیر اعظم مقرر ہوئے تھے، اس لئے راقم نے حکمران مملکت تک اپنا درد دل پہونچانے کا ارادہ کیا جن سے ملکی سیاست متاثر ہوتی ہے، اور لوگ جنھیں ایک مثالی قائد سمجھتے ہیں، چنانچہ اس نے ایک خاص نفسیاتی کیفیت اور عمیق تأثر کے تحت یہ خط لکھا، اور ملک میں چند ماہ قیام کے دوران تنظیم مساجد کی عالمی کانفرنس اور جامعہ مدینہ کی مجلس اعلیٰ میں شرکت اور ریاض کا سفر کر کے جلالۃ الملک سے ملاقات کی اور ان کی خدمت میں اپنے اندیشے اور خیالات پیش کئے، اسی کے ساتھ امیر فہد کو یہ خط ۲۲ ربیع الآخر ۱۳۹۶ھ ۲۲ اپریل ۱۹۷۶ء کو لکھا، جو ان تک محفوظ طریقہ سے پہنچایا گیا، اور انھوں نے اسے ملاحظہ کیا، خط کا متن درج ذیل ہے:]

آپ کی عظیم ذمہ داریوں کے علم کے باوجود آپ سے ملنے اور پرسکون ماحول میں بات کرنے کا مشتاق تھا، اس کی جرأت مجھے اس عادت سے ہوئی جو آپ کے مرحوم بڑے بھائی شاہ فیصل نے ڈال دی تھی کہ میں جب بھی ان سے مخصوص گفتگو کا وقت مانگتا تو وہ خندہ پیشانی کے ساتھ وہ موقع فراہم کر دیتے اور صبر و سکون سے میری باتیں سنتے، اور مجھ پر اعتماد کرتے تھے۔

میں نے اپنی معروضات کو تحریری شکل میں اس لئے پیش کرنا مناسب سمجھا کہ جناب اس طرف توجہ فرمائیں گے، اگرچہ خط دلوں کی باہمی گفتگو اور آنکھوں سے اظہار غم کا بدل

www.abulhasanalinadwi.org

نہیں بن سکتا اللہ سے امید ہے کہ وہ دوسری ملاقات کا موقع بھی دے گا، مجھے امید ہے کہ آپ اس صاف گوئی کی بھی اجازت دیں گے، جو میں مرحوم شاہ فیصل کے نام خطوط اور گفتگوؤں میں برتتا رہا ہوں، اور جس کا باعث ان بلاد مقدسہ اور شاہی خاندان سے خلوص ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے حرمین شریفین اور اسلام کی خدمت کے لئے چنا ہے، یہ ملک اور امت اسلامیہ جن حالات سے دوچار ہے، ان کا بھی یہی تقاضا ہے۔

جناب عالی! میرا پختہ یقین ہے کہ یہ ملک اپنی طویل تاریخ کے نازک ترین دور سے گذر رہا ہے، اور اس خطۂ ارضی میں مرکز اسلام کے وقوع اور اسلام اور مسلمانوں کی اس سے وابستگی کے سبب اس معاملہ کی نزاکت و اہمیت میں مزید اضافہ ہو گیا ہے، یہ ملک اسلامی محاذ کی آخری دفاعی لائن ہے کہ اگر اسے بھی دشمن پار کر لیتا ہے، اور ہم اس سے پیچھے ہٹ آتے ہیں تو اسلام کی بقا اور مسلمانوں کے مستقبل کی کوئی امید نہیں رہ جاتی۔

میرا احساس یہ ہے کہ یہ ملک دو خطروں کے درمیان یا کسی درندے کے خونی جبڑوں کے درمیان گھرا ہوا ہے، بیرونی خطروں کے بارے میں مجھے زیادہ نہیں کہنا ہے، کیوں کہ یہ واضح ہے کہ کمیونزم مختلف سمتوں سے اس ملک کے سر پر منڈلا رہا ہے، اور ہمارے دشمن تاک لگائے ہوئے ہیں، اور موقع کے انتظار میں ہیں، اس کے اسباب و وجوہ بھی ظاہر ہیں، اس لئے وہ زیادہ وضاحت طلب نہیں، ایک کھلا سبب تو مخالفوں کا اس مرکز کی اہمیت کا علم ہے، اور یہ کہ اس ملک میں وہ دولت فراوانی کے ساتھ موجود ہے، جو موجودہ تمدن و ٹکنالوجی اور جنگی طاقت کی شہ رگ کی حیثیت رکھتی ہے، جس کا نام پٹرول ہے، اس کے ذریعہ آپ لوگوں کو اللہ نے جس خوشحالی سے نوازا ہے، اسے دیکھ کر ان کے منہ میں پانی بھر آتا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اللہ سے دعا ہے کہ وہ آپ کو ان کے شر سے بچائے اور بحمد اللہ آپ حضرات بھی گردوپیش کے خطرات سے غافل نہیں ہیں، کیونکہ وہ ڈھکے چھپے نہیں ہیں نہ کسی تفصیل و تمثیل کے محتاج ہیں۔

اسرائیل ..... اور جزیرۃ العرب کے اردگرد کے ممالک کے رجحانات اور پھر لبنان میں ہونے والے تازہ واقعات کے پیش نظر اس بارے میں کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی، رہا داخلی خطرہ تو وہ میرے نزدیک پہلے سے کہیں زیادہ بڑھا ہوا ہے، امیر معظم! صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے یہ کہنا پڑتا ہے کہ ملک اس وقت تیزی سے خودکشی کے راستہ پر جا رہا ہے، اور قوم کو دو طوفانی موجیں گھیرے ہوئے ہیں، ایک موج مال کی ہوس، اس میں اضافہ کی حرص، جائز و ناجائز ہر طریقہ سے اس کے حصول کی کوشش ہے، جس کے سبب تمام دینی و اخلاقی قدریں، احترام انسانی، اور عالم اسلام سے آنے والوں اور یہاں بسنے والوں کے مفاد بھلا دیئے گئے ہیں، اس رجحان کو ہم مادیت اور ہوس کے "ہسٹیریا" سے تعبیر کر سکتے ہیں، جس کے سبب عجیب و غریب اور پیچیدہ مشکلات سامنے آ رہی ہیں۔

دوسری سرکش موج آرام طلبی و تفریح کا حد سے بڑھا ہوا شوق و شغف ہے۔

ملک اس وقت نغمہ و موسیقی اور لہو و لعب کے سیلاب میں تیر رہا ہے، اور ہر قسم کی سخت کوشی و جفاکشی اور صبر و ضبط سے فرار اختیار کرنے کے موڈ میں ہے، اور اس کے سبب وہ عرب مسلم قوم (جو تاریخ میں جفاکشی، سادگی اور "فروسیت" (شہ سواری) کے لئے مشہور عالم رہی ہے، اور جس کے ذریعہ اسلام کی امانت کی حامل رہ کر اس نے دنیا کی متمدن مریض قوموں پر غلبہ پایا تھا) مردانگی اور بہادری کے تمام اوصاف سے خالی ہوتی جا رہی ہے، اور اگر کچھ دنوں یہی حال رہا تو ایک ایسی نازک نسوانیت کی حامل نسل آئے گی، جو کسی بھی خارجی یا داخلی چیلنج کا مقابلہ اور ملک کی سالمیت کو برقرار نہیں رکھ سکے گی، چہ جائیکہ وہ اسلامی دعوت

www.abulhasanalinadwi.org

کی تبلیغ کرے اور عالم اسلام سے آنے والے حجاج کے لئے صالح نمونہ اور رہنما بنے۔

جیسا کہ میں نے شاہ فیصل مرحوم کے نام اپنے خط میں لکھا تھا کہ اقوام و ملل اور تہذیبوں کی تاریخ نے ہمیں بتایا ہے کہ حکومتوں کے لئے یہی طبقہ خطرے کا سبب بنا ہے، اور اتراہٹ احسان فراموشی، مال کی زائد محبت، اس کے وسائل و ذرائع سے شغف، دنیوی راحت و نعمت کے عشق، اور اخلاق و شرافت سے محرومی نے اسے بغاوت و انقلاب پر آمادہ کیا ہے، اور تاریخ میں یہ تجربہ اتنی بار پیش آیا ہے کہ وہ اس طبقہ پر سے اعتماد ختم کرنے کے لئے کافی ہے، اور خوشحالی اور تفریح و تعیش کی مانگوں کو پورا کرنے کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑتا، بنوامیہ اور بنو عباس نے یہی غلطی کی تھی، جس کے آثار و مظاہر ہم "الأغانی" "کتاب الحیوان" اور "ألف لیلة ولیلة" کے صفحات میں دیکھتے ہیں۔

عزت مآب! واحد طبقہ جس کے اخلاص، احسان مندی، ملک اور مقدسات اسلامیہ کی عزت و حرمت کی حفاظت کی صلاحیت، اور دشمن سے مقابلہ کی طاقت پر اعتماد کیا جاسکتا ہے، وہ طبقہ دینی و اخلاقی تربیت پایا ہوا طبقہ ہے، جس کا نشو و نما، صحیح عقیدہ، پاکیزہ اخلاق جرأت و استقامت، زہد و قناعت، دین کو دنیا پر ترجیح، دینی حمیت و اسلامی غیرت، کے ماحول میں ہوتی ہے، یہ بات تعلیم و ثقافت اور نشر و اشاعت کو اس رخ پر لگانے اور ایسی مومن نسل کی تیاری کی متقاضی ہے، جو اسلامی اخلاق اور اگلے عربوں کی خصوصیات کی حامل ہو، جنھوں نے چار دانگ عالم میں اسلام کا صور پھونک دیا تھا، اور وہ عظیم اسلامی سلطنت قائم کی تھی، جس کا ایک سرا مغرب اور دوسرا سرا مشرق میں تھا، جو اپنے پیغام سے آشنا ہو اور اسے ہر دوسرے پیغام پر ترجیح دیتی اور اس کی راہ میں جان دے سکتی ہو، مگر یہ چیز بڑے جری اور فیصلہ کن اقدام کی طالب ہے، جو مجتہدانہ و آزادانہ طریقہ پر کیا جائے

www.abulhasanalinadwi.org

اس ملک اور عالم اسلام کے لئے ہمیں سب سے بڑا خطرہ یہ نظر آتا ہے کہ یہ بلاد مقدسہ سعودی عرب کے سادہ دل و شریف الطبع عوام، خاص طور پر حرم و مسجد نبوی کے پڑوسی اپنی مثالی شخصیت، قائدانہ حیثیت، بلکہ اسلامی تشخص نہ کھو بیٹھیں اور اس سے شرمندہ نہ ہونے لگیں اور کہیں ان کے اور حرم شریف اور مقاصد حرم کے درمیان ایسی بڑی خلیج نہ پیدا ہو جائے، جو پاٹی نہ جا سکے اور دونوں ایک دوسرے سے الگ تھلگ ہو جائیں، اور عجمی و غیر ملکی مسلمانوں کا تعلق کعبہ کے سایہ میں رہنے والوں کے تعلق سے زیادہ قوی اور عمیق نہ ثابت ہونے لگے اس خطرہ کے آثار نشر و اشاعت اور تعلیم و تربیت کے اداروں کی سیاست، دولت کی بہتات، تفریح و خوش باشی کے اسباب کی ایسی فراوانی (جس کی دوسرے اسلامی ممالک میں نظیر نہیں ملتی) صالح نمونہ اور ضبط و قناعت اور بلند نظری کی مثالوں کے فقدان اور امر و نہی سے غفلت کے سبب ظاہر ہونے لگے ہیں اس کے مزید اسباب میں سے مغربی تمدن و اقدار کا بے چون و چرا قبول کرنا، فحش اخبار و رسائل کا پھیلنا اور ہیجان خیز ادب کی اشاعت ہے، ذمہ داروں کی اصلاحی کاوشوں اور آپ کی ناپسندیدگی کے باوجود ایک مدت سے یہ سیلاب بڑھتا چلا آرہا ہے، حالانکہ فیصلۂ الٰہی تو یہ تھا، اور ہے کہ یہ جزیرۃ العرب اسلام کا حرم اور پناہ گاہ بنے، اور اخیر وقت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی وصیت کرتے ہوئے فرمایا "جزیرۂ عرب میں دو دین نہ رہیں" اور فرمایا "جزیرۂ عرب سے یہود و نصاریٰ کو نکال دو" اس جزیرہ کے متعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ کا یہ ارشاد لفظی مطلب کے علاوہ اپنے اندر بڑے دور رس معانی رکھتا ہے، وہ ان کے اثرات ان کی ثقافت و اقدار سے بھی اس جزیرہ کو پاک رکھنے کا اشارہ کر رہا ہے، اور اس خطرہ کی نشاندہی کرتا ہے کہ کوئی ایسی نسل نہ پیدا ہو جائے، جس کے اور حرم و مسجد رسولؐ

www.abulhasanalinadwi.org

کے درمیان کوئی ہم آہنگی، مفاہمت و اتفاق نہ ہو، یہ ایسا خطرہ ہے جس کی گذشتہ تاریخ میں کوئی نظیر نہیں ملتی، اور اس کا وجود (اللہ وہ دن نہ لائے) اس ملک کی عزت و سلامتی کے لئے بڑا ہی منحوس ہے، اور غیرت الٰہی کو جوش میں لاسکتا ہے، جیسا کہ تاریخ میں بارہا ہوا ہے، خدا کا شکر ہے کہ اس ملک کا سربراہ وہ سعودی خاندان ہے جو توحید و دین خالص، اور صدر اسلام و کتاب و سنت کی طرف رجوع کی دعوت کا علمبردار بن کر اٹھا تھا، اس لئے ہمیں یہ امید کرنے کا حق ہے کہ وہ اس ملک کو اس خطرہ سے بچانے کی امکانی کوشش میں کوتاہی نہ کرے گا، اس عزیز مملکت کو ایسا ہی شخص بچا سکتا ہے، جو اس خطرہ کے مقابلہ کے لئے سینہ سپر ہو جائے، اور اس کی راہ میں اپنی لذت و راحت نفس کی مرغوبات کو قربان کردے، ایمان و جہاد کی سعادت اللہ کی رضا و خوشنودی کے حصول اور مجاہدین و مجددین کے طلائی سلسلہ میں شمولیت سے بڑھ کر کون سی لذت و مسرت ہو سکتی ہے، آں جناب کے لئے اگلوں میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اور پچھلوں میں سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کی ذات ایک مثالی نمونہ ہے، یہ دونوں حضرات اسلام پر جب مشکل و نازک وقت آیا تو وہ اپنی قائدانہ صلاحیت کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے، اور ان کے کردار نے دو زمانوں کے درمیان خط فاصل بن کر تاریخ کا دھارا موڑ دیا، اور وقت کے معاشرہ کو ایک نیا رخ عطا کیا، یہ ایسے اقدامات تھے، جن پر حق و ملک نے مبارک باد کہی اور اللہ نے انھیں بقائے دوام سے نوازا اور آنے والی نسلوں نے ان کے کارنامے یاد رکھے۔

مشرق و مغرب کے مسلمان آج بڑی بے صبری اور بے چینی سے اس جزیرہ کے افق پر ایک نئے ستارہ کے طلوع کا انتظار کر رہے ہیں، کیونکہ یہاں جب کوئی ستارا ڈوبا

www.abulhasanalinadwi.org

ہے تو دوسرا منظر عام پر آگیا ہے، بلاد مقدسہ اور یہ ملک جس دور سے گذر رہا ہے، وہ اس دور کی نزاکت اور خطرناکی سے کم نہیں، جس میں شاہ فیصل نے قائدانہ رول ادا کیا تھا، بلکہ اس سے کچھ بڑھا ہی ہوا ہے، اللہ سے ہمیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ملک کو ایسا قائد عطا کرے گا، جو نہ صرف خطرات سے اس کی حفاظت کرے بلکہ داخلی فتنوں سے بھی اسے بچائے، اور اللہ کی طرف سے اس ملک کو بخشے گئے تمام وسائل کو اس ملک کے عوام کی تربیت میں یہ سمجھ کر لگادے کہ آج یہ جزیرہ اسلام اور دعوت ونبوتِ محمدی اور ان کی کوشش وتربیت کا گہوارہ ہے، اور اللہ نے جن کو اس کی قیادت کا شرف بخشا ہے، ان کے ہاتھوں میں یہاں کے عوام ایک عزیز ومقدس امانت ہیں، اس لئے ان کی تربیت اس نہج پر کریں جو اسلام کا تقاضا ہے، اور جو مرکز اسلام کے رہنے والوں کے شایان شان ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اگر زندہ ہوتے تو کرتے، اس کے ساتھ وہ سربراہ اس کی بھی پوری کوشش کرے کہ یہاں حج یا عمرہ یا زیارت کے لئے آنے والوں کے لئے یہ ملک ایک مثالی ملک ثابت ہو اور وہ یہاں سے ایمان وذوق وشوق کی دولت لے کر جائیں اور عقل وقلب کو ایک نئی طاقت اور برقی رو سے آشنا کر کے لوٹیں، اور اس طرح تمام منصوبہ بندیاں اس جزیرہ کی شخصیت وپیغام کے مطابق اور اس کے مقصد کے تابع ہوں۔

ولی عہد معظم! میں نے آپ کا بڑا وقت لیا مگر بات بھی کوئی ایسی ہی تھی، اور درد دل کا بھی کچھ تقاضا تھا، میں آپ سے معذرت چاہتا ہوں، اور اللہ سے دعاگو ہوں کہ وہ آپ کا حامی وناصر ہو اور آپ کا سایہ سلامت رکھے، اخیر میں ایک بار پھر دلی اکرام واحترام قبول فرمائیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

منصوبہ بندی مسجد حرم کے مقاصد کے مطابق ہونی چاہیئے

(شیخ محمد سرور الصبان سابق سکریٹری جنرل رابطہ عالم اسلامی کے نام ایک خط سے)

[راقم سطور بلاد مقدسہ کی منصوبہ بندیوں اور نشریاتی پروگراموں کے موضوع پر برابر زور دیتا اور اس سلسلہ میں اپنے تجربات وخیالات اور جذبات واحساسات ظاہر کرتا اور سربراہ مملکت اور دوسرے ذمہ داروں کے آگے رکھتا رہا ہے، جنھوں نے ہمیشہ انھیں توجہ اور کھلے دل سے سنا ہے۔

ذیل میں اس خط کا ایک اقتباس پیش کیا جارہا ہے، جسے راقم نے اپنے مرحوم دوست معالی الشیخ محمد سرور الصبان (جنرل سکریٹری رابطہ عالم اسلامی) کے نام لکھا تھا، ان سے راقم ۱۳۶۶ھ (۱۹۴۷ء) میں واقف ہوا تھا جب وہ نائب وزیر مالیات تھے، پھر ۱۹۵۰ء، ۱۹۵۱ء میں جب راقم نے حجاز میں تقریباً سال بھر قیام کیا تو یہ دوستی اور گہری ہوگئی، اس وقت بھی شیخ محمد سرور نائب وزیر مالیات اور نشریات کے نگراں تھے، پھر وزیر مالیات ہوئے، اور جب ذی الحجہ ۱۳۸۱ھ (۱۹۶۲ء) میں رابطہ کا قیام عمل میں آیا تو وہ اس کے پہلے سکریٹری جنرل چنے گئے، اور راقم مجلس تاسیسی کا رکن منتخب ہوا، یہیں سے ہر سال رابطہ کے جلسوں اور خاص مجلسوں میں ان سے بکثرت ملنے کے

www.abulhasanalinadwi.org

مواقع ملنے لگے، اور باہمی محبت واعتماد میں اضافہ ہوا، مصنف نے یہ خط رجب ۱۳۹۰ھ (ستمبر ۱۹۷۰ء) کو اس وقت لکھا جب وہ بعض اسباب کی بنا پر رابطہ کے جلسہ میں شریک نہیں ہوسکا تھا، اور اسی خط کو اپنی حاضری کا قائم مقام بنایا، اور ان سے خواہش ظاہر کی کہ شاہ فیصل بھی اس خط سے مطلع ہوجائیں، اور گمان غالب یہی ہے کہ ایسا ہوا بھی ہوگا]

..... جلالۃ الملک نے ہمیں گفتگو اور اپنے خیالات پیش کرنے کے بارہا مواقع دیئے، اور میں شخصی طور پر ان کی اس عنایت کا اعتراف کرتا ہوں کہ انھوں نے میری باتیں ہمیشہ توجہ سے سنی ہیں، میری آرار و ملاحظات کو پڑھنے اور ان پر غور کرنے کا شرف بخشا ہے، ہم نے شاہ محترم سے ثقافت و نشریات کی پالیسی کے بارے میں اکثر گفتگو کی ہے، جو نئی نسل کے مستقبل کو اس طرز پر ڈھال رہی ہے، جو اس قوم کے پیغام کے مطابق نہیں، جس سے فائدانہ رول ادا کرنے کی توقع کی جاتی ہے، اور جو ہر جگہ مسلمان کے لئے ایک نمونہ سمجھی جاتی ہے، یہ معاملہ صرف کسی انتظامی خرابی یا سوسائٹی کی بے راہ روی یا کسی شرعی منکر کے پھیلنے کا نہیں ہے، (اگرچہ اس کی اہمیت اور شناعت سے انکار نہیں) مسئلہ ایک مکمل منصوبہ بندی کا ہے، جس کے ذریعہ ثقافت و تربیت، نشر و اشاعت اطلاعات و صحافت اور اقتصاد و تجارت کے تمام وسائل سے کام لے کر سعودی معاشرہ کو ایک نئے معاشرہ میں تبدیل کیا جارہا ہے، میں صراحتاً کہنا چاہتا ہوں کہ اس وقت کی پالیسی اسلامی عقائد و اقدار حیات اور ان مقاصد کے مطابق و موافق نہیں جن کے لئے مسجد حرام کی بنیاد رکھی گئی تھی، اور جن کے لئے مسلمانوں کے قلوب ہر زمانے میں بیتاب رہے تھے، بلکہ اس پالیسی سے وہ نسل وجود میں آئے گی جو حرم اور اس کے پیغام سے ناآشنا ہوگی، اور اس کے اور اس شہر مقدس اور دعوت ابراہیمی و محمدی کے درمیان ایک وسیع و

www.abulhasanalinadwi.org

عمیق ذہنی خلیج حائل ہوجائے گی، جسے عرب قومیت اور سیاسی مصالح بھی نہ بھر سکیں گے اور ماہر یورپین انجینیر بھی اس پر کوئی پل نہیں بنا پائیں گے۔

یہ ادارے مسلمان عرب قوم اور مغربی قوموں کے درمیان اس خلیج کو کم کر رہے ہیں، جو الحاد و فساد کی علمبردار، اخلاقی قدروں اور غیبی و مذہبی تصورات سے بیزار ہیں، تاکہ پھر کوئی جھگڑا باقی نہ رہے، خیر و شر، رذالت و شرافت، گناہ و ثواب، زہد و فسق، اور معروف و منکر کی تمیز ہی ختم ہوجائے۔

خطرہ صرف یہ نہیں ہے کہ اس طرح اس منطقہ میں رہنے والی مسلمان سعودی قوم اپنی شخصیت و دعوت اور زندگی کی طاقت کھو دے، بلکہ یہ اسلام اور تمام مسلمانوں کے لئے بھی خطرہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس شہر کو لوگوں کا مرجع اور اس گھر کو مرکز عالم بنایا ہے، اور روئے زمین کے مسلمان اس شہر کے عمل کو سند جانتے اور اس سے استدلال کرتے ہیں، حرمین کے عمل کے بعد کہاں کا عمل نمونہ قرار پائے گا؟ اس کے بعد تو ہر واعظ کی زبان گنگ اور ہر مصلح کا قلم خاموش ہوجائے گا۔

ہم اللہ سے آپ کے لئے برابر حسن توفیق اور ان چیزوں کی طرف رہنمائی کی دعا کرتے ہیں، جن میں اسلام اور مسلمانوں کی بہتری ہے، ان سطور کے لکھتے وقت بھی ہمارے دل میں آپ کے مساعی جمیلہ اور عظیم صلاحیتوں کی قدر اور جلالۃ الملک فیصل کی اس ادارے کے ساتھ تعلق و توجہ اور اس کے ارکان کے احترام کا اعتراف ہے، اللہ تعالیٰ ان کی زندگی میں برکت عطا فرمائے، اور اسلام اور مسلمانوں کو ان کی ذات سے نفع پہونچائے، اور ان کے ذریعہ اس جزیرہ کو اقوام و ملل کی صف میں مرکزی مقام دلائے، اللہ ہی توفیق بخشنے والا اور مددگار ہے، اخیر میں دلی احترام کا ہدیہ قبول فرمائیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

تعلیم ہی ملک اور معاشرہ کی تعمیر و تشکیل نو کرتی ہے

اس لئے اس پر سب سے پہلے توجہ کی ضرورت ہے

(عالی مرتبت شیخ حسن بن عبداللہ آل الشیخ وزیر تعلیم سعودی عربیہ کے نام مکتوب)

[ممالک اسلامیہ میں تعلیم و تربیت کے میدان میں راقم الحروف کو متعدد بار اپنے مطالعہ و تجربہ اور غور و فکر کے نتائج پیش کرنے کا موقع ملا، اور وہ شروع سے اس کی توجہ کا مرکز و موضوع رہا۔[1]

اس مطالعہ و اختصاص نے اسے اس یقین تک پہونچایا کہ تعلیم و تربیت ہی اسلامی ممالک اور مسلمان نسلوں کا مستقبل متعین کرنے والی طاقت ہے، اور اسی نقطہ پر اس فیصلہ کن فکری و ثقافتی معرکہ کا فیصلہ ہوگا، جو آج عالم اسلام کو درپیش ہے، ہر ملک سے زیادہ سعودی عرب کا نظام تعلیم و تربیت اس کے اہتمام و توجہ کا موضوع بنا کیونکہ وہ عالم اسلام کا قائد اور اس کے لئے اسوہ و مثال بننے والا ملک، اور اسلام کا ملجا و ماویٰ ہے، اس گہرے عقیدہ اور اس ملک سے خالص محبت کے سبب مکتوب نگار اس ملک کے رہنماؤں اور تعلیم و تربیت کے ذمہ داروں کی توجہ

---

[1] مصنف کے ان تعلیمی مضامین کا مجموعہ "نحو التربیۃ الاسلامیۃ الحرۃ" کے نام سے شائع ہوا ہے، اور اس کے متعدد ایڈیشن بیروت و قاہرہ سے نکلے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

وقتاً فوقتاً مبذول کراتا ان کو خطوط لکھتا اور ان سے ملتا رہا، ان میں سب سے پیش پیش حکومت سعودیہ کے وزیر تعلیم شیخ حسن بن عبداللہ بن حسن آل الشیخ تھے، جو اس خانوادۂ اصلاح و دعوت کے چشم و چراغ ہیں، جو آل الشیخ محمد بن عبدالوہاب کے نام سے معروف و محترم ہے، مکتوب نگار موصوف کو کچھ لکھتا تو وہ اس کی طرف پوری توجہ فرماتے تھے، اس لئے ان کے طرز عمل نے اسے ہمت دلائی اور اس نے یہ سلسلہ جاری رکھتے ہوئے انھیں متعدد خطوط لکھے جن میں سے یہ خط بھی ہے، جس میں ان کے احساسات و تجربات بہت واضح اور طاقتور انداز میں آگئے ہیں، قارئین یہ خط ملاحظہ کریں جو ہندوستان سے ۱۳۸۵ھ (۱۹۶۵ء) میں لکھا گیا تھا۔]

صاحب المعالی شیخ حسن عبداللہ بن حسن، وزیر المعارف قواہ اللہ وایدہ بروح منہ،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

مجھے امید ہے کہ آپ صحیح سلامت اپنے مستقر پر واپس آچکے ہوں گے[1]، بخیر واپسی پر دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں، ان بلاد مقدسہ کے حالات سے میرا تعلق خاطر، اور ان رجحانات کے سلسلہ میں اضطراب جن سے اس ملک کا دینی و فکری اور اعتقادی مستقبل وابستہ ہے باعث تعجب نہیں، اور نہ کسی شرح کا محتاج ہے، کیونکہ یہ ملک عالم اسلام کا دھڑکتا ہوا دل ہے، اور یہاں کے مستقبل کے واقعات و رجحانات سے تمام اسلامی ممالک کا گہرا تعلق ہے، اس مملکت کا ہر قسم کی فکری کشمکش، نفسیاتی اضطراب، دعوت اسلامی کی ابدیت، اور اس کی قائدانہ صلاحیت پر عدم اعتماد، اور اخلاقی انارکی سے بچا رہنا اہم ترین مقاصد میں سے ہے، اور یہ بات اس ملک کے ہر بہی خواہ کی توجہ تعلیم کی طرف لے جاتی

---

[1] وزیر موصوف اس وقت یورپ کے سفر سے لوٹے تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

ہے کیونکہ تعلیم ہی کسی ملک کو نئے سانچہ میں ڈھالتی اور وہی معاشرہ کو آخری شکل دیتی ہے، مسلمانوں کے لئے فکرمند رہنے والے بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ "اگر میری کوئی ایک ہی دعا قبول ہونے والی ہوتی تو وہ ملک کے صاحب امر و نہی کے لئے کرتا کیونکہ مسلمانوں کی خیر و صلاح اس کے خیر و صلاح پر موقوف ہے" اور میں یہ کہتا ہوں کہ میری اگر کوئی دعا قبول ہونے والی ہوتی تو وہ میں وزیر تعلیم کے لئے کرتا اور اللہ سے ان کے لئے توفیق و استقامت اور نصرت کی دعا مانگتا اور اگر میری زندگی کا آخری لمحہ ہوتا تو میں اسے اس وزارت کی خدمت و تعاون میں لگا دیتا، میرا عقیدہ ہے کہ اگر کسی ملک کو برباد کرنے کے پیچھے ہزاروں طاقتیں، ادارے اور ذہانتیں لگ جائیں، مگر اس کی وزارت تعلیم، صحت مند اقدار کی حامل اور اپنے فرض سے آگاہ ہو اور اسے اپنے مخلص و ذہین کارکنوں کا تعاون حاصل ہو تو وہ تخریبی قوتیں اپنے مقصد میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتیں، اور اگر اس کے برعکس ہزاروں افراد ادارے اور صلاحیتیں کسی ملک کی تعمیر میں لگ جائیں مگر اس کی وزارت تعلیم ناکارہ اور نکمی ہو تو وہ کچھ نہیں کر سکتیں۔

عالم اسلام کو آج صرف ایک ہی حقیقی معرکہ درپیش ہے، اور وہ ہے اسلامیت و مغربیت کا (اپنے وسیع ترین معنوں میں) معرکہ اور اس عالمی کشمکش سے کم و بیش یہ ملک بھی متاثر ہوا ہے، اور صورت حال کی نزاکت اس کے عبوری مرحلہ میں ہونے سے اور بڑھ جاتی ہے، جب کہ وہ ناخواندگی سے (جو اس باصلاحیت قوم پر سابق حکومتوں کی بے توجہی کے سبب محیط تھی) عام اور وسیع تعلیم و ثقافت کی طرف بڑھ رہا ہے، اور جس پر بے مثال سخاوت اور دریا دلی سے خرچ کیا جا رہا ہے،

www.abulhasanalinadwi.org

اسی کے ساتھ وہ اس سادہ و محدود زندگی سے جو قرونِ وسطیٰ کی زندگی سے مشابہ تھی، اس تغیر پذیر زندگی کی طرف جس کی انتہا نامعلوم ہے، اور جمود و تعطل سے تلاش و تحقیق کی جانب رواں دواں ہے، ظاہر ہے کہ یہ مرحلہ قوموں اور ملکوں کی تاریخ کا نازک ترین مرحلہ ہوتا ہے، جو بڑے باریک اور حکیمانہ لائحۂ عمل، وسیع و عمیق تنقیدی نظر، مومن و مخلص معاونین، اور پختہ اور تجربہ کار منصوبہ سازوں کے تعاون کا طالب ہوتا ہے، اور اس سلسلہ میں معمولی لغزش و کوتاہ نظری، ناقص منصوبہ بندی، یا معلمین کے انتخاب یا بیرونی اساتذہ کے تقرر میں ذرا سی بے احتیاطی اس ملک کو ایسے گڑھے میں گرا سکتی ہے، جس کی کوئی تھاہ نہیں، اور اس منزل تک پہونچا سکتی ہے، جہاں سے واپسی ناممکن ہے۔

جناب کا وزارت تعلیم کی مرکزی جگہ پر ہونا اس ملک کو ان خطروں سے بچانے کی ضمانت تھی جو اس کے لئے ایک چیلنج ہیں، کیونکہ آپ اس جزیرہ میں ابھرنے والی عظیم تحریک دعوت و اصلاح کی شاخِ پُرثمر سے تعلق رکھتے ہیں، اور ہر شریف انسان اپنے پیشروؤں کی میراث اور ان کی کوششوں کے سلسلہ میں غیرت مند ہوتا ہے، اس کے ساتھ یہ بھی واضح ہے کہ جس ملک میں بھی مادی یا سیکولر تعلیمی نظام رائج ہو جائے تو وہ اپنے عالمی روحانی پیغام اور اپنے مقدسات و شعائر کی حفاظت نہیں کر سکتا، اس لئے ہمیں آپ کی ذات اور اس ملک کے تشخص کے لئے آپ کی غیرت و حمیت سے بڑی امیدیں ہیں، جس تشخص کے سبب اس ملک کو عالم اسلام اور تاریخ اسلام میں مرکزیت حاصل رہی، اور جس سے اس کو الگ رکھنے کا مطلب اس کی قیمت و اہمیت کو ختم کرنا اور اس کے ساتھ سب سے بڑا ظلم کرنا ہے، میں بلادِ مقدسہ سے اپنی

www.abulhasanalinadwi.org

دوری اور بھاری ذمہ داری کے باوجود آپ کو اس بڑے کام میں تعاون کا یقین دلاتا ہوں، جسے آپ نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے، اور جس کی اللہ نے آپ کو توفیق دی ہے، اور آپ کی کامیابی کے لئے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کے ہاتھ مضبوط کرے اور آپ کی زندگی میں برکت دے۔

اخیر میں ایک بار پھر دلی احترام و اخلاص کا ہدیہ پیش کرتا ہوں۔

www.abulhasanalinadwi.org

جزیرۃ العرب نہال محمدی اور ان کی دعوت و جہاد کا ثمرہ

[یہاں اس تقریر کا ایک حصہ دیا جا رہا ہے، جو مصنف نے ریاض یونیورسٹی ہال میں ۲۲ رشعبان ۱۳۸۸ھ (۱۳ رنومبر ۱۹۶۸ء) کو کی تھی، اس وقت اس نے وزیر تعلیم شیخ حسن بن عبداللہ بن حسن کی دعوت پر دارالسلطنت اور اس کے مختلف کالجوں اور اداروں کا معائنہ کیا تھا، اس تقریر کے وقت وزیر موصوف کے علاوہ، ملک کے ماہرین تعلیم، کالجوں کے اساتذہ اور وہاں کے اکابر اہل علم موجود تھے، اور وہ پوری تقریر مصنف کی کتاب "منحو التربیۃ الاسلامیۃ الحرۃ فی الحکومات والبلاد الاسلامیۃ" میں شامل ہے، اس تقریر میں بہت سے علمی حقائق، تاریخی دستاویزیں، اور ماہرین تعلیم کی بعض ایسی شہادتیں آگئی ہیں، جو پہلی بار شائع ہو رہی ہیں۔]

www.abulhasanalinadwi.org

اللہ نے جزیرۃ العرب کو اسلام کے لئے اور اسلام کو جزیرۃ العرب کے لئے منتخب کیا، اور دونوں کے مصالح ایک دوسرے سے اس طرح وابستہ کر دیئے کہ انھیں ایک دوسرے سے الگ کرنے کی کوئی بھی کوشش غیر طبعی اور ناکام ہونے کے علاوہ مجرمانہ کوشش قرار پائے گی۔

اس تاریخی و علمی حقیقت نے جزیرۃ العرب کو تاریخ کے ہر دور میں ایک مرکزی مقام بخشا اور قائدانہ اور مربیانہ حیثیت عطا کر کے اس کا مقام تقلید و اتباع، نقل و پیروی، طفیلی اور شاگرد بننے سے بلند کر دیا ہے، اور اس کے لئے ضروری ہو گیا ہے کہ وہ اپنے دماغ سے سوچے، اپنا الگ راستہ اختیار کرے، اور اپنے کو صرف ان بنیادی اصولوں کا پابند سمجھے جو اسلام نے اس کو عطا کئے ہیں، اس ملک کا تعلیمی مسئلہ اتنا سادہ و آسان نہیں ہے، جتنا بہت سے ماہرین تعلیم سمجھتے ہیں، اور اس پر قابو صرف عوام میں خواندگی کا تناسب اور مدارس و مکاتب، کالجوں اور یونیورسٹیوں اور یورپ و امریکہ سے اعلیٰ ڈگریاں لانے والوں کی تعداد بڑھا کر نہیں پایا جا سکتا، کیونکہ یہ معیار تو افریقہ کے کسی وحشی ملک کا بھی ہو سکتا ہے، جو عصری تمدن کی دوڑ میں ابھی ابھی شریک ہوا ہو، سب کو معلوم ہے کہ بدھسٹ جاپان اور سیکولر ہندوستان نے بھی اس چیز کو ترقی کا معیار اور منتہا نہیں قرار دیا ہے، ان ملکوں نے اس پر اصرار کیا ہے کہ ان کی تعلیم و ثقافت میں ان کے مخصوص تمدن اور قدیم فلسفہ کی جھلک موجود ہونی چاہیئے، اور ان کو ان بنیادی افکار اور عقائد کا تابع ہونا چاہیئے، جو ان کو عزیز ہیں۔

سوویت روس نے بھی جس نے انبیاء و اولیاء، قائدین و فلاسفہ تمام انسانوں کی تقدیس کے عقیدہ سے بغاوت کر دی ہے، اور ہر طرح کے استحصال کا خاتمہ کر دیا

www.abulhasanalinadwi.org

ہے، تعلیم و تربیت کو اس جذبہ کے ساتھ اپنایا ہے کہ وہ عالمی صداقت اور انسانیت کی متاع مشترک اور وہ آب حیات نہیں ہے، جس کا کوئی رنگ نہیں، اس نے اپنے ملک میں اشتراکی کیمپ کے باہر کسی نظام تعلیم کو درآمد کرنے اور بورژوا اور سرمایہ داروں کے فکری سایہ میں پروان چڑھنے کی اجازت نہیں دی، اس لئے کہ یہ طرز عمل اشتراکی عقائد میں ضعف و تشکیک کا باعث بن سکتا تھا، وہی روس جس نے آزادی اور بغاوت کا علم بلند کر رکھا ہے، اس نے تمام نظری و علمی علوم و فنون حتی کہ سائنس، جغرافیہ اور تاریخ کو بھی اپنے اشتراکی عقائد اور اپنے لیڈر کارل مارکس، انجلز، لینن کے نظریات کے تابع کر دیا ہے اور ان علوم کی اساس کو ان لیڈروں کے افکار سے ایک مقدس اور مضبوط رشتہ میں باندھ دیا ہے، روس بغیر کسی شرم و تذبذب کے اپنے اس طرز عمل کا اعلان بھی کرتا رہتا ہے۔

اس طرح اس نے ضروری علوم اور اپنے عقائد کے درمیان ایک کامل اور متناسب وحدت پیدا کرنے میں کامیابی حاصل کی اور ان کے درمیان اس نے کوئی خلا نہیں چھوڑا اس طرح وہ اس فکری انتشار اور نفسیاتی الجھن سے بچا رہا جو ہمارے ان اسلامی ملکوں میں پائی جاتی ہے، جہاں متضاد طاقتیں پنجہ آزما ہیں، اور جہاں نفاق و تضاد پایا جاتا ہے۔

اس طرح سرمایہ دار ممالک بھی (جو دنیا میں مذہبی رواداری اور دین و علم کے بارے میں مطلق آزادی اور علم و تجربہ کے ہر انسانی سرمایہ سے بے تکلف اخذ و استفادہ کے لئے مشہور ہیں) اس غیر ملکی لٹریچر اور طرز تعلیم پر پابندی لگاتے ہیں، جو اشتمالیت و اشتراکیت کو تقویت پہونچاتے اور سرمایہ داری کے مخالف ہیں، اس کے ساتھ ہی وہ روسی ماہرین تعلیم کی ایک قلیل تعداد کو بھی اپنے ملک میں بلانے پر آمادہ نہیں ہوتے، خواہ وہ اپنے فن میں کیسی ہی

www.abulhasanalinadwi.org

مہارت و لیاقت اور تفوق رکھتے ہوں، صرف اتنا ہی نہیں بلکہ مغرب کے ماہرین تعلیم و تربیت اس کے بھی روادار نہیں کہ نظریاتی اتفاق رکھنے والے ممالک بھی کسی ملک کے نظام تعلیم کو درآمد کر کے اپنے یہاں رائج کریں، مثال کے طور پر انگلستان اور فرانس یہ سوچتے بھی نہیں کہ وہ ایک دوسرے کے نظام تعلیم اور ثقافتی نظریہ کی نقل کریں، حالانکہ وہ مذہب عیسوی، مغربی معاشرت و تمدن اور جنگ و صلح دونوں میں ایک دوسرے کے حلیف ہیں۔

انگریزی زبان بہت سے سیاسی مصالح، دو بڑی جنگوں میں اتحاد اور بڑی حد تک قومی و نسلی اشتراک نے برطانوی اور امریکی قوم کو ایک وحدت میں پرو رکھا ہے، اس کے علاوہ دونوں ملکوں میں عوام کی اکثریت، پروٹسٹنٹ ہے، مگر ان سب باتوں کے باوجود امریکی تعلیم و تربیت کے ذمہ دار اور رہنما افراد، طرز تعلیم اور تعلیمی مواد و نصاب برطانیہ سے درآمد نہیں کرتے، بلکہ ان کا خیال ہے کہ نظام تعلیم کوئی تجارتی مال نہیں جسے کسی ملک سے مصنوعات، خام مواد اور دوسرے ساز و سامان کی طرح درآمد کیا جا سکے۔

جزیرۃ العرب صرف دینی عقائد اور اسلامی شخصیت ہی میں مسلم ممالک کا شریک نہیں بلکہ اس سے بڑی ذمہ داریاں اس کے سر پر ہیں، وہی اس کا اولیں داعی اور دائمی محافظ اور دعوت اسلامی کا مصدر و مأخذ اور ملجا و ماویٰ ہے، حدیث شریف میں آیا ہے:۔

ان الایمان لیارز الی المدینۃ	ایمان اس طرح مدینہ لوٹ آئے گا جیسے
کما تأرز الحیۃ الی جحرھا۔	سانپ اپنے سوراخ میں آجاتا ہے۔

اس لئے اسے دنیا کے کسی دوسرے ملک و قوم سے استفادہ کرنے کے بارے میں غیرت کا ثبوت دینا چاہیئے، ہم اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ تعلیم و تربیت، طرز تعلیم اور نصاب درس کا لباس اپنے قد و قامت کی ناپ پر تیار کریں، اور کسی بھی قوم و جماعت کے مقابلہ میں اپنے اصول و

www.abulhasanalinadwi.org

نظریات و مقاصد کے بارے میں زیادہ غیور، زیادہ ذکی الحس اور زیادہ وفادار ثابت ہوں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ	تم بہترامت ہو جو لوگوں کے لئے برپا
تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ	کی گئی ہے، تم بھلائی کا حکم کرتے اور
عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ۔	برائی سے روکتے اور اللہ پر ایمان
(آل عمران۔۱۱۰)	رکھتے ہو۔
وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا	اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک معتدل
شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ۔	قوم بنایا تاکہ تم لوگوں کے درمیان گواہ
(البقرہ۔۱۴۳)	عادل کی حیثیت سے رہو۔

ہمیں تعلیم و تربیت، تہذیبی منصوبہ بندی اور ہر پروگرام سازی کے وقت اس کا پورا شعور و احساس ہونا چاہیئے کہ موجودہ جزیرۃ العرب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا لگایا ہوا نہال سدا بہار اور ان کی اور ان کے اصحاب اور ان کی دعوت پر لبیک کہنے والوں کی دعوت و جہاد ہی کا ثمرۂ طیب ہے اسی لئے اس پر انھیں کا حق ہے، اس لئے اس جزیرہ میں طے کئے جانے والے نظم و نسق، منصوبہ بندی اور یہاں قائم ہونے والے اداروں کو اسی اصول کا تابع اور اسی روح کا حامل ہونا چاہیئے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کے شدت سے خواہاں اور اس کی اہمیت کو محسوس فرماتے تھے، کہ یہ جزیرہ اسلام کا ناقابل تسخیر قلعہ بنا رہے، اور اپنے اصول پر مستحکم ہونے کے سبب ہر قسم کی دینی کشمکش اور فکری انتشار سے بچا رہے، چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ رضؓ سے مروی ہے کہ ان سے حضرت عمرؓ نے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ میں جزیرۃ العرب سے

www.abulhasanalinadwi.org

یہود و نصاریٰ کو نکال دوں گا، اور مسلمانوں کے سوا اس میں کسی اور کو نہ رہنے دوں گا"[1]
اسی طرح آپؐ نے امت کو یہ تاکید فرمائی کہ "جزیرۃ العرب میں دو دین نہ رہیں"[2]
یہ حکیمانہ وصیت اور دور رس اقدامات ہر اس چیز کو اس جزیرہ سے دور رکھنے پر مشتمل ہے، جو اسلام کے اس قلعہ اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دار الحکومت میں ردّت و بغاوت، اسلام کے بارے میں بے اعتمادی، اس کے پیغام کی ابدیت و عالمگیری سے مایوسی اور اس سے انکار کا رجحان پیدا کرے۔

قبول دین کے معاملہ میں کوئی جبر و اکراہ نہیں "لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ" اسلام کی تاریخ ان "تحقیقاتی و احتسابی عدالتوں" (محاکم التفتیش۔ INQUISITIONS) اور لرزہ خیز ایذا رسانی کے طریقوں سے آشنا نہیں جن کے لئے قرون مظلمہ (DARK AGES) کا یورپ مشہور و بدنام ہے، اس لئے ہر شخص کو خیالات و نظریات کے اپنانے کی اجازت ہے، لیکن اس جزیرہ میں (جو اسلام کا دل ہے) انتشار، تشکیک، ضعیف الاعتقادی، اور اسلامی عقائد و اصول سے بد اعتمادی پیدا کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی، اور اسلام کی راجدھانی اور اسلامی دعوت کے گہوارہ اور اسلام کی فوجی چھاؤنی میں رہ کر کسی کو مخالف طاقتوں اور اجنبی قوتوں کا گمراہ کن پروپیگنڈہ کرنے اور ان کا ایجنٹ اور آلہ کار بننے کی آزادی نہیں بخشی جا سکتی، اس لئے اسلام کی ابدی صداقت اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عالمگیر قیادت کے بارے میں جو شرح صدر نہیں رکھتا، اور وہ غیر اسلامی فلسفوں اور نظریوں پر عقیدہ اور ان کے لئے حمیت رکھتا ہے تو اس کے لئے فی الحقیقت اس جزیرہ میں کوئی جگہ نہیں، اور نہ یہ جائز ہے کہ اس کو اپنے خیالات کی تبلیغ کے مواقع فراہم کئے جائیں اور

---

[1] مسلم [2] موطا امام مالکؒ میں ابن شہاب سے مرسلاً مروی۔

www.abulhasanalinadwi.org

نئی نسلوں کے ذہن و فکر کی تربیت و رہنمائی کا کام سپرد کیا جائے، اور یہ کسی طرح درست نہیں کہ اس جزیرہ کے لخت جگر اور نور نظر نوجوانوں کو ایسے شخص کے سپرد کر دیا جائے کہ وہ ان کو ان سانچوں میں ڈھالے جو اس جزیرہ کے بنیادی عقیدہ و دعوت سے مختلف ہوں جس کے لئے یہ جزیرہ ہزار سال سے زائد سینہ سپر رہا ہے، اور جس کے سبب عالم اسلام ہر دور میں اس کا کلمہ پڑھتا اور اس کی عقیدت و محبت کا دم بھرتا رہا ہے، خدا کی زمین بہت وسیع ہے، ایسے شخص کو دنیا میں کہیں اور اپنی جگہ تلاش کرنی چاہیئے، سرزمین عرب میں اس کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مرکز اسلام کے لائق ثقافتی و تعلیمی منصوبہ بندی اور قومی زندگی میں اس کا اثر

[مصنف نے جزیرۃ العرب (جو مرکز اسلام اور آخری رسالت کا گہوارہ ہے) دوسرے اسلامی ملکوں کی تعلیمی و ثقافتی منصوبہ بندی اور مستقبل میں ملک و قوم پر اس کے اثر و اہمیت کے سلسلہ میں اپنی کتاب "الصراع بین الفکرۃ الاسلامیۃ والفکرۃ الغربیۃ فی الاقطار الاسلامیۃ" میں اظہار خیال کیا تھا، یہاں اس کے دو اقتباسات درج کئے جاتے ہیں۔]

دعوت اسلامی کے گہوارہ اور مرکز اسلام کے لئے کوئی ثقافتی و تمدنی لائحہ عمل کی تجویز کے وقت ہمیں یہ نہ بھولنا چاہئے کہ اس کی ایک دائمی و ممتاز شخصیت ہے، جسے نمایاں رہنا چاہئے، اور تمام منصوبوں، پروگراموں، اصلاح و ترقی کی کوششوں اور زمانہ کی رعایت کے مطابق تبدیلیوں کو اس شخصیت کے تابع و ماتحت ہونا چاہئے، اور اسے مغربی تہذیب اور عصری سہولتوں کے رد و قبول اور ترک و اخذ کا مقیاس و اساس بننا چاہئے، تمدن و ثقافت، تعلیم و تربیت کا لباس وہی ہونا چاہئے، جو اس ملک کی ملی شخصیت، اس کی معنوی قدر و قیمت اور اس کی دعوت کے قدر رعنا کے لئے موزوں اور مناسب ہو۔

www.abulhasanalinadwi.org

اسی کے ساتھ یہ ان طے شدہ اور مقررہ امور میں ہونا چاہیئے جن میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہ ہو کہ جزیرۃ العرب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا لگایا ہوا باغ اور ان کی محنت ودعوت کا ثمر ہے، اس لئے اس پر صرف ان کا، ان کے اصحابؓ اور مومنین ہی کا حق ہے اور اس لئے اس جزیرہ کے تمام انتظام وانصرام، پروگراموں اور منصوبوں کو اس حقیقت کا ہم رنگ اور ہم آہنگ ہونا چاہیئے، اور اس سرزمین کو اس حقیقت کے منافی امور سے (جو اس کی ایمانی وفکری سلامتی کے لئے خطرہ ہوں اور اس کی شخصیت کو کمزور کرتی ہوں) بالکل دور رہنا چاہیئے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوربین نگاہوں سے اس حقیقت کو دیکھ کر ہی جزیرۃ العرب سے یہود ونصاریٰ کے اخراج پر زور دیا اور فرمایا تھا کہ اس میں دو دین نہیں رہ سکتے[1]، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ حکیمانہ نبوی وصیت غیر مسلموں کے صرف جسمانی اور ظاہری اخراج ہی تک محدود نہیں، بلکہ ان کے اثر ونفوذ اور ان کی دعوت وثقافت کے اخراج پر بھی مشتمل ہے، جیسا کہ ہر عاقل سمجھ سکتا ہے۔

اس کے علاوہ اس جزیرہ میں حرمین شریفین واقع ہیں، بلد امین مکہ مکرمہ میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی، اور وہیں آپ نبوت سے سرفراز ہوئے، وہیں اور اس کے اردگرد حج کے ارکان ومناسک ادا ہوتے ہیں، اور مدینہ منورہ وہ شہر ہے جہاں آپ نے ہجرت فرمائی، جہاں آپ کی مسجد ودرسگاہ کی تعمیر ہوئی، جہاں پہلا مثالی مسلم معاشرہ برپا ہوا، اور دعوت اسلامی نے جہاں سے اپنے سفر کا آغاز کیا، اور جہاں سے اسلام کا سیل رواں اقصائے عالم تک پہونچا، یہ سب باتیں ایک عظیم وابدی ذمہ داری

---

[1] ملاحظہ ہو صحیح مسلم اور کتب حدیث۔

www.abulhasanalinadwi.org

کی حیثیت رکھتی ہیں، اس لئے یہاں کے ماحول کو اسلامی زندگی کا سچا نمونہ اور اس کا شفاف آئینہ ہونا چاہیئے، یہاں کا ہر آنے والا اسے چھو سکے، اور آسانی سے اس کا ذائقہ معلوم کر سکے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ یہ سرزمین آخری زمانہ تک حج کا مرکز اور ہر سال مسلمانوں کا مرجع رہے گی، اس لئے مسلمانوں کو حج کا سفر کرتے وقت یہ یقین رکھنے کا حق ہے کہ وہ اس شہر کا ارادہ کر رہے ہیں، جو پاکیزگی کا معدن دین کا مسکن، اور اسلام کا روحانی و اخلاقی وطن اور دار السلطنت ہے، اس لئے وہ اسلام مخالف رجحانات اور اس کی تعلیمات کے منافی اخلاق سے اس حد تک دور رہے، جس کا اس تغیر پذیر زمانہ میں تصور کیا جا سکتا ہے، اور وہ عالم اسلام کے کسی دور افتادہ ملک کی طرح مغربی تہذیب اور مغربی اقدار کے آگے سپر انداز نہیں ہوا ہے۔

اس کے ساتھ اسے کسی قدر فطرت اور سادگی کا مظہر بھی ہونا چاہیئے تاکہ دنیا کے دور دراز علاقوں سے آنے والے اس فضا کا احساس کر سکیں جس میں اگلے مسلمان مناسک حج ادا کرتے تھے، اور ان کے احساسات بھی ان جیسے یا ان کے قریب ہوں، اور صرف خانۂ کعبہ و حرم محترم، عبادت و ریاضت و سکینت کا ایک مخصوص جزیرہ بن کر نہ رہ جائے جن کے چاروں طرف تمدن کا بحر بیکراں اپنی سرکش موجوں کے ذریعہ رواں اور ان کی فصیلوں سے ٹکرا رہا ہو، اور حدود حرم میں بھی گھستا چلا جا رہا ہو۔

تمدن کی جڑیں انسانی نفسیات اور قوم کے جذبات و احساسات کی گہرائیوں تک اتری ہوتی ہیں، اور کسی قوم کو اس کی اس مخصوص تہذیب سے الگ کر دینا جو اس کے دین و شریعت کے سایہ میں پروان چڑھی ہے، اور مخصوص دینی ماحول میں اس کا نشو و نما

www.abulhasanalinadwi.org

ہوا ہے، اسے کارزار حیات سے الگ، اور عقیدہ وعبادت اور دینی رسوم تک محدود کردینے اور اس کے حال کو اس کے ماضی سے کاٹ دینے کے مرادف ہے، اس کا قوموں اور انسانی معاشروں پر بڑا گہرا اثر پڑا ہے، اور وہ بالآخر ان معاشروں میں ضم ہوگئے ہیں، جن کی تہذیب انھوں نے اپنائی تھی، اور اس طرح وہ آسانی کے ساتھ اپنے بنیادی عقائد اور مسلک حیات سے بھی الگ ہوگئے ہیں۔

اسلامی شخصیت اور ملت مسلمہ کے وجود کے لئے مغربی تہذیب کے خطرناک ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ زندگی کی سہولتوں سے استفادہ اور مغرب کی دریافت کردہ سائنس وٹکنالوجی، ایجادات وتفریح وسہولت کے وسائل کو مطلق حرام کہہ دیا جائے، اور یہ دروازہ بالکل بند کردیا جائے، اسلام ہمیشہ سے وسیع ذہن کا مالک اور ہر صالح ومفید شئی سے استفادہ کرنے کے سلسلہ میں فراخ دل اور کشادہ چشم رہا ہے اور رہے گا، لیکن اس مقالہ میں مغربی تہذیب کا مفہوم آلات وایجادات اور زندگی کے مفید تجربات سے استفادہ سے زیادہ وسیع معنوں پر مشتمل ہے، اور وہ افکار واقدار اور مفاہیم ومطالب بھی اس میں شامل ہیں، جن پر مغربی تہذیب کی بنیاد ہے، پوری زندگی کو مغربی رنگ اور تمدنی منصوبہ بندی کا تابع کرنا اس طرز حیات کو اپنانا جو اسلامی معیار طہارت ونظافت اور اعتدال ومیانہ روی کی روح سے بیگانہ ہے، آداب شریعت اور سنت نبوی پر عمل کی راہ میں بھی رکاوٹ بن جاتا ہے، اور اس اسلامی زندگی سے بھی بہت دور کردیتا ہے، جس کا نمونہ رسول خدا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے صحیح تبعین نے دنیا کے سامنے پیش کیا، وہ امت پر ایک اجنبی رنگ چڑھا دیتا ہے، جس کے بعد وہ صرف اپنے ناموں یا اپنے عربی واسلامی لباسوں سے جیسے بعض عرب ومسلم اقوام اپنائے ہوئے ہیں یا اس کی

www.abulhasanalinadwi.org

مسجدوں سے بلند ہونے والی اذانوں، یا مختلف ملکوں میں کم و بیش تعداد میں مسجد جانے والوں سے پہچانی جاتی ہے، گویا اسے اسلام سے رسوم کا ایک باریک دھاگہ باندھے ہوئے ہے جو خدانخواستہ اگر ٹوٹا تو ہر چیز ٹوٹ پھوٹ جائے گی۔

میرا یقین ہے کہ بیک وقت موجودہ تمدنی سہولتوں جدید آلات و ایجادات اور سائنسی ترقیات سے استفادہ اور اسلامی تمدن کے حسن و سادگی، حقیقت پسندی، طہارت و نظافت، اور اسلام کے اخلاقی اصولوں اور معاشرتی تعلیمات کا کاربند و پابند رہنا ممکن اور قابل عمل ہے، مگر یہ اس وقت ممکن ہے، جب اسلامی حکومتوں اور معاشروں کو آزادانہ و مجتہدانہ، فکر و نظر اور جرأتمندانہ منصوبہ بندی کی توفیق ملے، اور جب ان کے اندر فراست ایمانی، اصلیت پسندی، اسلامی تعلیمات و ثقافت اور شخصیت کی برتری پر ایمان ہو، یہ منصوبہ بندی اتنی جاذب، دلفریب اور قابل قدر و لائق احترام ہوگی کہ ان اسلامی شہروں کا رخ بیرونی ممالک کے مفکر اور دانشور اس کثرت سے کریں گے جتنے آج تفریح کرنے والے بھی یہاں نہیں آتے، اور تمدن کا یہ نقش جمیل بہت سے مغربی ممالک کو کم سے کم اس مسئلہ پر سوچنے اور اسلامی تمدن کی برتری کا اعتراف کرنے پر مجبور کرے گا، جیسا کہ اندلس کے اسلامی تمدن کے بارے میں دیکھنے میں آچکا ہے، جس کا مغربی تہذیب اور اس کے ادب و فلسفہ پر گہرا اثر پڑا ہے۔

لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مشرق و مغرب، عرب و عجم کے کسی اسلامی ملک کو بھی اس کی توفیق نہیں ہوئی، وہاں میں سے کسی ایک کو اتنی جرأت ہوئی کہ وہ تجربہ کے طور پر ہی ایسا کر کے دیکھتا، نتیجہ یہ ہوا کہ یہ سب ممالک مغربی کتاب تمدن کا ایک ناقص اور غلط ایڈیشن اور ایک روکھی پھیکی تصویر بن کر رہ گئے، جو اہل مغرب کے لئے کوئی کشش

www.abulhasanalinadwi.org

نہیں رکھتی، جب وہ کبھی ان ممالک سے تفریحاً گذرتے ہیں تو یہی کہتے ہیں کہ "بضاعتنا ردت إلینا" (یہ ہماری ہی چیز ہے، جو ہمیں مل رہی ہے)

تہذیبی لائحہ عمل، محنت و ذہانت، تخلیق و اجتہاد اور جرأت و عزم کا نام ہے، وہ نقل و تقلید اور جزوی اصلاح و ترمیم کا نام نہیں، اسلام نے حلال و حرام کے حدود قائم کرکے ان کے توڑنے کی ممانعت کردی ہے، اور پاک اور بے ضرر تفریح کے لئے (جو اسراف اور حق تلفی، فحش و گناہ سے خالی ہو) بڑی گنجائش دے رکھی ہے، وہ اس زندگی کو ناپسند کرتا ہے، جو شریف و بہادر مردوں کے شایان شان نہیں، اور یہی روح، لباس و غذا، معاشرت و اجتماع، تفریح و لذت اندوزی کے اسلامی احکام میں کارفرما ہے، اجتماعی مصالح کی رعایت مفاسد اور مضرتوں سے اجتناب، فوجی طاقت اور دفاع کی تیاری، اور علم و حکمت کے صالح اور نافع پہلو کو اختیار کرنے کی وہ نہ صرف اجازت بلکہ ترغیب دیتا ہے، بشرطیکہ یہ چیزیں اسلامی قومیت و شخصیت کی قیمت دے کر نہ حاصل کی جائیں، اور ان سے امت میں احساس کہتری، بے اعتمادی، عاجلانہ و سطحی تقلید، دوسروں کی نقل کا مجنونانہ شوق اور ان کی زندگی پر رشک کے بے پایاں جذبات نہ پیدا ہوں۔

یہ ایسی تہذیب کے اصول و اساس ہیں، جن میں ریشم کی نرمی بھی ہے، اور فولاد کی سختی بھی، نرمی ضرورتوں اور تقاضوں کی تکمیل اور حقائق کو تسلیم کرنے میں ہے، جو تخیل اور مبالغہ پر مبنی نہ ہوں، اور سختی، عقیدہ و اخلاق کے حدود پر ثابت قدمی کے سلسلہ میں ہے، اسلامی تہذیب کھلے ذہن و ضمیر کی مالک ہے، وہ ان ترقی پذیر علوم و فنون اور انسانی تجربوں سے فائدہ اٹھانے میں جو کسی خطۂ زمین یا کسی دور تاریخ میں کئے گئے ہوں بہت کشادہ قلب واقع ہوئی ہے، بشرطیکہ وہ اس کے بنیادی اصولوں اور مقاصد کے منافی اور دین و اخلاق کے لئے فتنہ نہ ہوں۔

www.abulhasanalinadwi.org

نظام تعلیم وتربیت کا معاشرہ اور اس کے رجحانات سے گہرا تعلق ہے

[۱۲ر تا ۲۰ر ربیع الآخر ۱۳۹۷ھ (۳۱ر مارچ تا ۸ر اپریل ۱۹۷۷ء) کو مکہ مکرمہ میں اسلامی تعلیم پر ایک عالمی کانفرنس بلائی گئی تھی، جس کا اہتمام جدہ کی کنگ عبدالعزیز یونیورسٹی نے کیا تھا، اور جس میں عالم اسلام اور مغرب کے کثیر التعداد ماہرین تعلیم اور دانشوروں نے شرکت کی تھی، مصنف کتاب کا موضوع "سعودی عرب کا نظام تعلیم، اور اس کا بہتر طریقہ اور اس کی مشکلات کا ازالہ" تھا، اس نے یہ تقریر ۱۹ر ربیع الآخر ۱۳۹۷ھ (۱۷ر اپریل ۱۹۷۷ء) کو اس جلسہ میں کی جس کی صدارت امیر محمد بن ملک فیصل بن عبدالعزیز نے کی تھی، یہاں اس کا ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔]

مشرق ومغرب کے جدید وقدیم بہت سے ایسے ماہرین تعلیم وتربیت ہیں جو تعلیمی مسئلہ کو زندگی اور معاشرہ سے الگ رکھ کر زیر بحث لاتے ہیں، جیسے ان کا تعلق ایک عارضی اور وقتی تعلق ہو، یا وہ کوئی پل ہے، جس کے ذریعہ کوئی انسان دریا پار کر کے پھر اپنی تمام کیفیات وعادات کے ساتھ اپنے گھر واپس آجاتا ہے، چنانچہ وہ تعلیم کی کامیابی وناکامی کا اندازہ، تعلیم یافتہ فرد کی معلومات، امتحان میں حاصل کردہ نمبر، ڈگریوں، چرب زبانی، اور خوش لباسی سے کرتے ہیں، اور عملی ومعاشرتی معیاروں اور

www.abulhasanalinadwi.org

پیمانوں سے اس کی کامیابی کی جانچ پڑتال نہیں کرتے، بہت سے تعلیم کے دلدادہ افراد کسی ملک کی ترقی، بیداری اور اس کے ثقافتی معیار کا اندازہ اس ملک کی یونیورسٹیوں کی تعداد سے لگاتے ہیں، خواہ وہ ملکی زندگی میں کتنی غیر مؤثر کیوں نہ ہوں، اور ان کی حیثیت اس ملک میں غیر ملکی سفارت خانوں کی ہو جس کا اس ملک کے معاشرہ اور اندرونی حالات سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، بیشتر حالات میں تو یہ یونیورسٹیاں ہی معاشرتی تباہی، اور ذہنی و اخلاقی انتشار، بے راہ روی، بددلی و اضطراب، بیکاری و مایوسی کا گھر ہوتی ہیں، اور وہاں کے طلبہ و فارغین بے راہ روی و بے چینی کے نقیب بن جاتے ہیں جیسا کہ آج کل کے بہت سے مشرقی و ایشیائی ملکوں میں دیکھنے میں آرہا ہے۔

یہ تقلیدی اور غیر شعوری طرز فکر بدلنا چاہئے، اور ہم مسلمانوں کو (جن میں سرفہرست مفکرین و ماہرین ثقافت ہیں) دوسروں سے بڑھ کر حقیقت شناس، واقعیت پسند، انصاف پرور، اور حق و صداقت کی گواہی دینے والا ہونا چاہئے نہ یہ کہ ہم تخیلات و شاعری کے غلام اور لکیر کے فقیر ہو کر رہ جائیں، اور اس لئے ہمیں اپنا محاسبہ اور ایک سمجھدار و سنجیدہ تاجر کی طرح اپنے نفع نقصان کا موازنہ کرتے رہنا اور دیکھنا چاہئے کہ کتنی مسافت ہم نے طے کی اور کتنی باقی ہے، اور ہمارے فطری پروگراموں اور کاغذی منصوبوں اور عملی کامیابی اور حقیقی نتائج کا تناسب کیا ہے؟

یہ ملک تعلیمات اسلام اور دعوت اسلام کی پہلی تجربہ گاہ ہے، اسی پاک سرزمین پر دنیا نے سب سے پہلے صدق و اخلاص، وفاداری و جاں نثاری، جواں مردی و بہادری کے بے مثال مناظر دیکھے تھے، یہ تاریخ کا وہ صفحۂ زریں ہے جس کی ہر سطر نورانی ہے، اور جو یہاں کے رہنے والوں اور یہاں آنے والوں کو یکساں طور پر ایمان و عقیدہ اور سیرت و

www.abulhasanalinadwi.org

اخلاق کا درس دیتا ہے، یہاں تاریخ اسلام اس طرح مجسم ہوکر آجاتی ہے، جسے ہر انسان آسانی سے سمجھ سکتا، اور آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے، جبکہ مغرب کی مشہور یونیورسٹیاں اور ثقافتی مراکز علمی حقائق و مفاہیم کو ذہن نشین کرنے، تاریخی واقعات اور قدیم تہذیبوں سے لوگوں کو روشناس کرنے کے لئے اسٹیج اور ڈراموں کا سہارا لیتے ہیں، اور آثار قدیمہ اور پرانے شہروں کے لئے سفر کراتے اور نمائشوں اور کانفرنسوں کا اہتمام کرتے ہیں، جہاں طالب علم کچھ وقت ایک خاص تاریخی و تہذیبی فضا میں گذارتے ہیں، جو گرد و پیش کی فضا سے مختلف ہوتی ہے، اس طرح وہ عہد ماضی کی یادیں تازہ کرتے ہیں، مگر یہ سب مصنوعی کاوشیں ہیں، جو حقیقت سے دور ہوتی ہیں۔

لیکن یہاں رہنے والے طالب علم کے ذہن میں اسلام کے معانی و مفاہیم موجود ہی نہیں ہوتے بلکہ وہ انھیں میں زندگی گذارتا ہے، اس صحرا کا ہر ذرہ، اور اس جزیرہ کا ہر پہاڑ، اسلام کی گزشتہ تاریخ کے کسی نہ کسی واقعہ کی خبر دیتا ہے، اور اس جزیرہ کی دعوت و پیام، اور اس کی راہ میں بہنے والے پاک خون کا پتہ دیتا ہے، اور زمانۂ جاہلیت کے دور، فقر و جہالت، اور گمنامی کے بعد پھر اسلام کے عطا کئے ہوئے علم اور اس کے لائے ہوئے دور خوشحالی و اقبال مندی کی تصویر کھینچتا ہے، وہ بتاتا ہے کہ اس کا فخر کس کو حاصل ہے، اور اس حیرت انگیز انقلاب و تغیر کا سرچشمہ کیا ہے، جس کی تاریخ انسانی میں کوئی مثال نہیں ملتی۔

پھر ان شہروں کو اللہ تعالیٰ نے حج کا مرکز بنایا ہے، اس لئے ان میں ایک غیر معمولی روحانی کشش ہے، وہ نفوس و قلوب پر ایسا اثر ڈالتے ہیں جو دنیا کا کوئی شہر نہیں ڈال سکتا، دنیا میں کہیں اتنے مومن دل، پاک و سعید اور گرمجوش روحیں رکھنے والے ایک جگہ

www.abulhasanalinadwi.org

جمع نہیں ہوتے، جنھیں ایمان وذوق وشوق، مرکز اسلام اور گہوارۂ وحی کی محبت کشاں کشاں لاتی ہے، اور جو اس جذبہ کے ساتھ یہاں آتے ہیں، جیسے پروانہ روشنی پر اور پیاسا پانی پر گرتا ہے، ان کی تمنا یہ ہوتی ہے کہ وہ پلکوں کے بل چل کر یہاں آئیں، چنانچہ اس راہ میں وہ قیمتی سے قیمتی چیز کو بھی ہیچ سمجھتے ہیں، اور بڑی سے بڑی تکلیف اٹھا لیتے ہیں، اس طرح یہ فضا ذوق وایمان کی برقی لہروں سے بھر جاتی ہے، اور بجھی ہوئی طبیعتوں اور بے جان دیواروں اور خشک لکڑیوں کو بھی اس کا جھٹکا لگتا ہے، کوئی اس ایمانی مدرسہ سے بھی زیادہ سرگرم مدرسہ بتا سکتا ہے، جو علم واخلاق کے پیغام کو اس خوبی سے دلوں میں اتار سکتا، اور طبیعتوں میں وہ قوت پیدا کر سکتا ہو جو مادی دھاروں اور عصری رجحانات پر قابو پالے؟

ان شہروں کی زبان عربی ہے، جس میں قرآن نازل ہوا، جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مادری زبان ہے، اور جس میں قرآن دنیا کے ہر ملک میں پڑھا جاتا ہے، اور جس میں اذانیں ہر خطۂ ارض سے بلند ہوتی ہیں۔

بحمد اللہ اس جزیرہ میں دو دین نہیں، یہاں ایک ہی دین ہے، اور وہی حکمراں ہے، پھر اخیر میں اللہ تعالیٰ نے سعودی حکومت کو شعار اسلام کو سربلند کرنے اور شرعی حدود وقوانین کے اجرا ونفاذ کا شرف عطا کیا، اور یہ حکومت دعوت اسلامی، توحید وسنت اور اتباع سلف صالح کی بنیادوں پر قائم ہوئی، اس سے صالح و باشعور مسلمان کے نشو ونما کے لئے ایک سازگار فضا پیدا ہوئی، تعلیم وتربیت کی سہولت حاصل ہوئی، اور وہ تمام رکاوٹیں دور ہوئیں، جن سے وہ مسلمان ملک دوچار ہیں، جن کو صحیح اسلامی قیادت اور اقتدار نصیب نہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

حضرات! ہم یہاں ایک لمحہ کے لئے ٹھہر کر پوچھنا چاہتے ہیں کہ اس سب کے بعد کیا یہ بات سو فی صدی یقینی اور متوقع نہ تھی کہ یہاں کا تعلیم یافتہ نوجوان بلند اخلاقی حسن سلوک، ضبط نفس، صبر و تحمل، سرگرمی، عالی ہمتی اور اللہ کے مہمانوں کے لئے ایثار میں، دور جاہلیت کے قبیلۂ قریش کی مہمان نوازی سے آگے ہونے میں ایک مثالی نوجوان ہوگا، اور یہاں کا تعلیم یافتہ فرد دوسرے ملکوں کے تعلیم یافتہ افراد سے زیادہ اخلاق عالیہ سے آراستہ ہوگا، اور جو علم و ثقافت میں جتنا ہی آگے ہوگا، تہذیب و اخلاق میں بھی اتنا ہی بلند ہوگا، کیونکہ اس کی تربیت با مقصد و منصوبہ بند اسلامی ثقافت کی گود میں ہوئی ہے، جس پر گرانقدر رقوم صرف ہوئی ہیں، اور جس کے لئے اساتذہ و معلمین کی ایک فوج سرگرم کار رہی ہے، اور یہ مدارس کعبہ کے سایہ اور مسجد نبوی کے صحن اور اسلام کے گہوارہ میں قائم ہوئے ہیں۔

ملک کی وزارت تعلیم کی تعلیمی کوششوں کا نتیجہ بہت قیمتی ہے، جس سے کوئی عاقل اور انصاف پسند انکار نہیں کر سکتا، جو اس ملک کے ماضی و حال سے آگاہ اور اس سے باخبر ہو کہ پہلے یہاں جہالت کس قدر تھی، اور مدارس و تعلیمی مراکز حتی کہ ابتدائی مکاتیب کی بھی کتنی کمی تھی، اور عرب کے بدو اور دیہاتی، علم، اسلام اور انسانیت سے کس قدر دور تھے، جہالت اور عزلت گزینی نے ان میں کیسے وحشیانہ اخلاق، انسانی جان بلکہ مسلمان کی جان کی بے قدری، قتل و غارت گری، کے عیوب پیدا کر دیئے تھے، اور خارجی دنیا سے تعلق کے ذرائع اور ابتدائی تہذیب کے وسائل بھی کتنے محدود تھے، اس لئے جب ہم ماضی قریب کا حال سے مقابلہ کرتے ہیں تو ہمیں ایک حیرت انگیز انقلاب، ایک لمبی چھلانگ نظر آتی ہے، جو ناقابل یقین ہونے کے لحاظ سے افسانوی معلوم

www.abulhasanalinadwi.org

ہوتی ہے، اس موقعہ پر ہم سعودی حکومت کی کوششوں اور ملک کو علمی و تہذیبی ترقی کی راہ پر لانے کی کاوشوں کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

مگر نتیجہ اس وقت کہیں زیادہ کمیت و کیفیت کا حامل اور مزید حیرت و استعجاب کا سبب بنتا جب ذہنی تعمیر، سیرت سازی اور اخلاقی تربیت کے عوامل پورے طور پر کارفرما ہوتے اور وہ تضاد ختم کر دیا گیا ہوتا جس کے اکثر مسلم ممالک شکار ہیں، تعلیمی مراکز (جن کا اثر ان کی دیواروں ہی تک محدود رہتا ہے) اور زندگی کے مواج سمندر کے درمیان یہ خلیج نہ ہوتی، تعلیم اور ذرائع ابلاغ میں کامل ہم آہنگی، اور ان داخلی و خارجی عوامل میں گہرا رابطہ ہوتا، وہ ایک لائن پر اور ایک مقصد کی طرف بڑھ رہے ہوتے۔

یہاں میں اشارتاً راستہ کی بعض بڑی دشواریوں کا ذکر کروں گا جو ملک و قوم اور تعلیمی و تربیتی اداروں کے درمیان حائل ہیں، اور جو اگر ماہرین تعلیم اور اساتذہ و معلمین کی کوششوں کو یکسر ناکام نہیں بناتیں تو ان کے اثر کو محدود ضرور کر دیتی ہیں، جیسا کہ مندرج نکات سے ظاہر ہوگا۔

۱۔ تعلیم جتنی بھی ترقی کر جائے اور دانشگاہوں اور جامعات کا جال کتنا ہی پھیلا دیا جائے، وہ اس وقت اپنے میٹھے پھل اور مطلوب نتیجہ نہیں دے سکتیں، جب معاشرہ غیر معمولی اور تیز رو نفسیاتی یا اخلاقی کیفیت سے دوچار ہو اور جس کو مادیت کا "ہسٹیریا" لاحق ہو، جس کے سبب اس پر کھوکھلے نمونوں، مادیت کی تقدیس اور اہل دُول کے احترام بیجا کی حکمرانی ہو تو ایسی صورت میں یونیورسٹیوں اور دوسری درسگاہوں کے فرزند حتی کہ مفکرین و محققین بھی اس سیلاب کے آگے نہیں ٹھہر پاتے، وہ اس تیزاب میں اس طرح تحلیل ہو جاتے ہیں، جیسے گوشت کا ایک ٹکڑا کان نمک

www.abulhasanalinadwi.org

میں پڑکر نمک بن جاتا ہے۔

اس لئے ملک کی معاشرتی حالت اور اس کے رجحانات و میلانات سے چشم پوشی جائز نہیں بلکہ معاشرہ کو راہ راست پر رکھنے اور اس کو ان بیماریوں اور وباؤں سے بچانے کی ضرورت ہے، جو اسے چوس رہی ہیں، یہ کام دینی و اخلاقی طریقوں، صالح ادب اور بامقصد صحافت کے ذریعہ ہو سکتا ہے، جس کو انسانیت کا پاس، خدا کی شرم، اور لوگوں کی عزت و ناموس کا احترام ہو۔

۲۔ عملی نمونوں، اونچے طبقہ میں کفایت شعاری، سادگی و ایثار کی نظیروں، اہل علم میں رضاکارانہ اور لوجہ اللہ خدمت اور قربانی کی عملی مثالوں کی ضرورت ہے، اسوۂ حسنہ کے ایسے نمونے (جیسا کہ سب کو معلوم ہے) ہر قوم اور ہر زمانہ میں اپنا نفسیاتی اثر رکھتے ہیں، گذشتہ نسلوں میں انھیں نے زندگی اور جواں مردی کی روح پھونکی تھی، اور جس کے سبب صف اول کے علماء و اہل قلم، مفکرین و محققین، مصلحین و مجددین دیکھنے میں آئے، جنھوں نے اللہ کے لئے تعلیم و تدریس اور اصلاح و تجدید کا کام کیا، اور دنیا سے کسی صلہ و انعام کے طالب نہیں ہوئے، ان میں ایسے بلند قامت مفکر اور عبقری بھی ہوئے جنھوں نے بہت سے مواقع پر تاریخ کا رخ پھیر دیا[1]، لیکن ہمارے موجودہ مدرسوں اور یونیورسٹیوں کے فارغ افراد تو بہتے دھارے کے ساتھ ہو گئے، اور زمانہ کی ہوا اور معاشرہ کے اس رجحان کا ساتھ دینے لگے کہ اپنے لئے بہتر مستقبل اور خوشگوار زندگی کے راستے کیسے ہموار کئے جائیں اور اس مرض کا شکار ہو گئے اور ایک طبقہ ایسا پیدا ہو گیا، جس کے لئے

---

[1] تفصیل کے لئے ہماری کتاب "تاریخ دعوت و عزیمت" ملاحظہ ہو۔

www.abulhasanalinadwi.org

(CAREERIST) کا خطاب ہی زیادہ مناسب وحسب حال ہے۔

۳۔ ہر ملک میں نشر واطلاع (RADIO & TELEVISION) کا شعبہ تمام شعبوں سے زیادہ وسیع وموثر ہوگیا ہے، اور جو "ترقی یافتہ مہذب" ملکوں میں ہوا اور پانی کی طرح ضروری سمجھا جانے لگا ہے، جس کے بغیر کوئی انسان زندہ نہیں رہ سکتا، اقدار کے تعین، اشیاء کے پیمانوں، اور میلانات ومرغوبات میں تبدیلی پیدا کرنے کا موقع صرف اسی کو حاصل ہے، اس کی حیثیت اس وقت قلب انسانی کی ہوگئی ہے، جو اگر ٹھیک رہتا ہے تو سارا معاشرہ ٹھیک رہتا ہے، اور اس کی خرابی سے سارا معاشرہ خراب ہوجاتا ہے، اس کے بعد صحافت کا نمبر آتا ہے، جو پڑھے لکھے لوگوں کے لئے جادو کا اثر رکھتی ہے، ذہن بناتی ہے، ذوق ڈھالتی ہے، اور جس کے اثر سے بقول اقبال ؎

جو تھا ناخوب بتدریج وہی خوب ہوا

کا ظہور ہوتا ہے۔

تعلیمی اداروں اور ذرائع ابلاغ کے درمیان ہم آہنگی نہ ہونے کے سبب ہمارے اسلامی معاشرہ میں مسلم نوجوان فکری انتشار اور تباہ کن تعطل کے دور سے گذر رہے ہیں، اور اس نے مصلحین، معلمین اخلاق کی مہم کو مشکل سے مشکل تر بنا دیا ہے، اور تعلیم وتربیت سے وابستہ ومنسلک لوگوں کو بعض اوقات یہ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ کہیں یہ ساری سعی وجانفشانی "کوہ کندن وکاہ برآوردن" کے مرادف تو نہیں ہے۔؟

آج کا مسلمان نوجوان ایک تلخ تجربہ اور خطرناک کشمکش سے گذر رہا ہے، وہ وزارت نشریات، صحافت اور ٹیلیویژن سے انتشار انگیز ترغیبات و

www.abulhasanalinadwi.org

رہنمائی سے دوچار ہوتا ہے، اور ایسے نشریاتی پروگرام سنتا ہے، جو اسلامی تربیت کے بچے کھچے اثرات کو بھی مٹا دینے پر تلے ہوتے ہیں، اس طرح وہ اس میں فکری بغاوت اور نفسیاتی اضطراب پیدا کر دیتے ہیں، اخبارات و رسائل صبح صبح اسے متعفن و مسموم غذا فراہم کرتے اور کچھ اور پڑھنے سے پہلے جذبات کو برانگیختہ کرنے والا سامان مہیا کر دیتے ہیں، چنانچہ سب سے پہلے جن چیزوں پر اس کی نگاہ پڑتی ہے، وہ شہوانی تصویریں، ہیجان پرور عنوانات، شک و شبہ پیدا کرنے اور ایمان و یقین کو کمزور کرنے والے مقالات ہوتے ہیں جنھیں وہ شوق و رغبت کے ہاتھوں سے لیتا ہے، پھر اس کے ہاتھوں میں ایسی علمی کتابیں آجاتی ہیں، جن کے نام اور عنوانات بھاری بھرکم اور مرعوب کن ہوتے ہیں، اور جو ان لوگوں کے قلم سے نکلی ہوتی ہیں جن کے فضل و کمال پر اس نوجوان کا ایمان ہوتا ہے، اس طرح وہ ایسا مواد پڑھتا ہے، جو اس کے لئے دین، تاریخ اسلام، شریعت اسلامی کے بلکہ زبان و ادب کے بھی اولین سرچشموں و ماخذوں کو بھی مشکوک و مشتبہ قرار دیتا ہے، اور اسے اس امت کی صلاحیت، اس کے پیغام کی ابدیت، اور عربی زبان کی اہلیت و صلاحیت کی طرف سے شک میں مبتلا کر دیتا ہے، وہ افکار و خیالات اور علمی نظریات کے اس عجیب و غریب "آمیزہ" کو پانے کے بعد ایسی حیرانی میں مبتلا ہو جاتا ہے، جس کے مقابل کوئی حیرانی نہیں ہوتی، اور کوئی تعجب نہیں اگر پختہ فکر اور صاحب عقل و رائے انسان بھی حیرت میں پڑ جائے، چہ جائیکہ ایک خام فکر اور نوعمر جس کے شعور کی آنکھیں بھی نہیں کھلیں، اس سے یہ امید کیسے کی جا سکتی ہے کہ وہ متصادم دھاروں کے آگے ٹھہر سکے گا، یہ اس گاڑی کی طرح ہے، جس کے دونوں طرف طاقتور گھوڑے جتے ہوں اور

www.abulhasanalinadwi.org

دونوں مختلف سمتوں میں اسے کھینچنے کی کوشش کر رہے ہوں تو اس طرح اس کے سواروں کا حیرت میں پڑ جانا قابل حیرت نہیں، اسی طرح ہمارے نوجوانوں کو کسی کروٹ قرار نہیں۔

وہ ادب جو کم از کم نصف صدی سے عرب ملکوں سے ہمارے سامنے آرہا ہے، جس کے ہاتھ میں دینی و ذہنی رہنمائی کی زمام ہے، اس نے نئی نسلوں اور نوجوانوں بلکہ بہت سے بڑے بوڑھوں کے دلوں میں شک و بے چینی پیدا کر رکھی ہے، ان کو اپنے وجود کے ساتھ تمام بدیہیات و مسلمات میں بھی شک لاحق ہو گیا ہے، ان کتابوں نے جن کی تصنیف میں محض سستی دولت و شہرت حاصل کرنے، اور نوجوانوں سے داد تحسین پانے کا جذبہ کارفرما تھا، ہمارے نوجوانوں کے دلوں میں شک و حیرت اور تضاد و کشمکش پیدا کر دی ہے۔

اس کے ساتھ تفریحی سامان کی کثرت اور بے مقصد اور ہیجان خیز ریڈیو اور ٹیلی ویژن پروگرام بھی مشرق و مغرب کے ماہرین تربیت اور نوجوانوں کے مسائل سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے فکر و تردد کا باعث بن گئے ہیں، اس زیادتی نے نوجوانوں کو صبر و سنجیدگی، مطالعہ کی یکسوئی اور طالب علمانہ تیاریوں کے بجائے تفریح و آرام طلبی اور ہر اس چیز سے فرار سکھا دیا ہے، جو محنت و مشقت اور دیدہ ریزی کی طالب ہو، اس صورت نے بہت سے ماہرین تربیت و نفسیات کو اس اعتراف پر مجبور کر دیا ہے کہ اس رجحان نے بہت سے نوجوانوں کو مہم جوئی کے طور پر لوگوں کی جان و مال سے کھیلنے پر آمادہ کر دیا ہے، اور زمام کار ماہرین تربیت اور خاندان کے سرپرستوں کے ہاتھ سے نکل گئی ہے، تعلیمی معیار حد درجہ پست ہو گیا ہے، کیونکہ

www.abulhasanalinadwi.org

ان پروگراموں نے اس کے وقت و محنت کا بڑا حصہ گھیر لیا ہے، یہ ایک ایسا مسئلہ بن گیا ہے، جو ماہرین تعلیم و تربیت کی پوری توجہ، فوری حل اور کامیاب علاج کا طالب ہے۔

۴۔ اس سے بھی بڑھ کر اہمیت رکھنے والی وہ وبا ہے جو تمام مسلم و عرب ممالک میں پھیل گئی ہے، وہ بڑی تعداد میں نوجوانوں کو اعلیٰ تعلیم کے لئے یورپ و امریکہ بھیجنے کا رواج ہے، حالانکہ نہ ان کو ذہنی پختگی حاصل ہوتی ہے، نہ اخلاقی تربیت، یہ خطرہ اس وقت اور بڑھ جاتا ہے، جب وہ عنفوان شباب کی منزل میں ہوں جو طالب علم کی زندگی کا سب سے نازک و حساس (SENSITIVE) دور ہوتا ہے، اس وقت اگر یہ نوجوان ان وبا زدہ ملکوں کو بھیجے جائیں، جہاں اخلاقی جذام پھیلا ہوا ہے، جہاں پاکیزہ زندگی اور اقدار کی بنیادیں متزلزل ہیں، اور ماہرین تربیت کے ہاتھوں کے طوطے اڑ رہے ہیں، تو یہ اس ابھرتی نسل کو داؤں پر لگانا ہے، جس کے ہاتھوں میں کل زمام اقتدار آنے والی ہے، اس کے بعد بھی یہ امید رکھنا کہ وہ مغربی ثقافت اور مفید مغربی علوم کے خوشگوار پھل پائیں گے، اور اس کی برائیوں اور کڑوے پھلوں سے بچے رہیں گے، خوش گمانی کی انتہا اور فطرت اور آئین قدرت سے چشم پوشی کے مرادف ہے، خصوصاً جبکہ ان نوجوانوں کا قیام یورپی اور امریکی گھرانوں میں ہو اور مخصوص بورڈنگ ہاؤس کا انتظام نہ ہو جس کا ماحول اسلامی ہو اور جہاں صالح علمی و فکری غذا بھی فراہم ہوتی ہو تو مغربی تہذیب کے اس منجدھار میں ان غریب نوجوانوں کی زبان حال پر یہی ہوگا کہ ؎

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردۂ
باز می گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش!

www.abulhasanalinadwi.org

۵۔ اہمیت و نزاکت میں مسلمان لڑکیوں کی تعلیم کا مسئلہ بھی کچھ کم نہیں، یہ قضیہ بھی بڑی دانشمندی، ذہنی و فکری جرأت اور "تعلیم نسواں" کے چلے ہوئے مفہوم کی تقلید سے آزادی کا طالب ہے، تعلیم نسواں کے موجودہ نظام کو مغربی اور مشرقی ملکوں نے ان حالات میں اپنایا ہے، جو ہمارے حالات سے قطعاً مختلف ہیں، ہمارے ملکوں میں اس سلسلہ میں ایسی منصوبہ بندی کی ضرورت ہے، جو ایجاد و اختراع، جرأت و ذہانت پر مبنی ہو۔

اقوام و ملل کی تاریخ شاہد ہے کہ ان کے زوال و انحطاط کا سب سے بڑا سبب جس نے ان قوموں کو نیست و نابود کر دیا ہے، اور بڑی عظیم تہذیبیں فنا کے گھاٹ اتر گئی ہیں، خاندانی نظام کی ابتری، گھریلو زندگی کا عدم توازن، اور عورتوں کی اس سے عدم دلچسپی اس کی ذمہ داریوں سے فرار، بے حیائی کی حد تک بے پردگی اور جاہلی زینت و آرائش ہے، ہم نے زوال آمادہ اور انحطاط پذیر معاشروں اور تباہی کی طرف تیزی سے بڑھتی ہوئی قوموں میں ہمیشہ یہ مرض پھیلتے دیکھا ہے، جہاں عورتیں گھریلو زندگی اور اس کی ذمہ داریوں سے کترانے لگتی ہیں، اور فرائض مادری سے پہلو تہی کرنے لگتی ہیں، ان معاشروں میں عورتیں ان تمام ذمہ داریوں سے الگ رہ کر مردوں کے کام اور ان کی سرگرمیوں میں شریک ہونے لگتی، اور ان کے دوش بدوش چلتے ہوئے زندگی کے تمام میدانوں میں ان سے آگے بھی نکل جانا چاہتی ہیں، مغربی معاشرہ نے بھی یہی روش اپنائی جس کے نتیجہ میں خاندانی نظام اور معاشرتی توازن درہم برہم ہو گیا، اب مغرب کے ماہرین عمرانیات جرأت و صفائی کے ساتھ اپنی غلطی کا اعتراف کر رہے ہیں، لیکن اب معاملہ ان کے ہاتھوں سے نکل چکا ہے، پانی سر سے اونچا ہو گیا، اور پیمانۂ حیات چھلک پڑا ہے، اور وہ اس تہذیب کے قریبی خاتمہ پر پریشان و ہراساں ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

اب کسی بھی مشرقی اسلامی ملک میں اس نظام کی نقل اور اس ناکام تجربہ کا دہرانا ملک کی سالمیت اور شخصیت و دعوت کو خطرہ میں ڈالنا ہے، اس لئے ہمیں ان تجربوں سے عبرت حاصل کرنا اور خاص طور پر ان ملکوں میں اس کے اعادہ کی کوشش سے بچنا چاہیئے جن پر اسلام کے مستقبل کا انحصار ہے "السعید من وعظ بغیرہ" (خوش بخت وہ ہے، جو دوسروں کے حال سے عبرت و نصیحت اختیار کرتا ہے۔)

میں اپنی بات کو (جو کچھ طویل ہو گئی ہے اور بات بھی کچھ ایسی ہی تھی) اپنے ان آخری الفاظ پر ختم کرتا ہوں کہ اس ملک کی تعلیمی پالیسی، اصولی طور پر اسلامی حکمت عملی ہی پر مبنی اور عام طور پر تعلیمی نظام اسی پالیسی پر کاربند بھی ہے، حکومت سعودیہ تعلیم کے لئے اپنے وسائل سے بڑی عالی ہمتی اور فیاضی سے کام لے رہی ہے، اور قوم بھی نمایاں طور سے اس سے فائدہ اٹھا رہی ہے، اور وہ فضا و ماحول بھی موجود ہے، جو اسلامی جذبات کو تازہ کرتا اور اسلامی دعوت کی یاد دلاتا رہتا ہے، یہ بات بڑی امید افزا اور روح پرور ہے۔

لیکن مقاصد اسی وقت بروئے کار آسکتے ہیں جب رکاوٹیں اور متضاد چیزیں ہٹا دی جائیں اور عوامل و مؤثرات اور تعلیم و تربیت کے درمیان کامل ہم آہنگی ہو جائے، اور وہ چور دروازے بند کر دیئے جائیں جن سے فساد، کمزوری، اور تضاد کو راہ ملتی ہے، خواہ وہ داخلی ہوں یا خارجی، اور یہ ایسی مملکت کے لئے ناممکن بات نہیں جو دعوت و عقیدہ کی اساس پر قائم ہوئی ہے، جس نے ہر ملک کے اسلامی معاملات پر توجہ کی ہے، دور دراز علاقوں میں اسلامی دعوت و تعلیم کا بندوبست اور دنیا میں اسلامی اتحاد کا علم بلند کیا ہے، اور نہ یہ اس وزارت تعلیم کے لئے کچھ مشکل

www.abulhasanalinadwi.org

کام ہے جس کی سربراہی اصحاب دعوت وعقیدہ، صاحب غیرت، دینی فہم رکھنے والے حضرات کررہے ہیں، اور اگر ایسا ہوگیا تو یہ معاصر اسلامی تاریخ کا ایک بڑا کارنامہ ہوگا، اور ہر اسلامی ملک کے لئے مثال بن جائے گا۔

وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰهِ۔ (الروم-۵،۴)

اور اس دن اہل ایمان اللہ کی نصرت کے ظہور سے فرحاں وشاداں نظر آئیں گے

www.abulhasanalinadwi.org

ملکی سالمیت اور دینی وحدت کی حفاظت

امرائے خلیج عرب کی ذمہ داری

[راقم السطور نے شعبان ۱۳۸۱ھ (جنوری ۱۹۶۲ء) میں کویت کا پہلا سفر کیا، اسے علم وادب اور دین وثقافت کے حامل افراد کے علاوہ سربراہ مملکت شیخ عبداللہ السالم الصباح سے ملنے اور ملکی حالات اور ترقیاتی پروگراموں سے باخبر ہونے کا بھی موقع ملا تھا، اور اس نے اس ملک وقوم کے ایک بہی خواہ مسلمان اور بلاد عربیہ کے تاریخی تجربات اور پس منظر پر نظر رکھنے والے ایک انسان کی حیثیت سے امیر موصوف کو یہ خط لکھا، احوال کے ملاحظہ سے گذرا خوش قسمتی سے وہ راقم کے کاغذات میں محفوظ رہ گیا تھا، یہاں وہ پیش کیا جا رہا ہے]

www.abulhasanalinadwi.org

صاحب السمو الشیخ عبداللہ السالم الصباح المعظم امیر کویت

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

اما بعد! میں آپ کے ملک میں ایک مسلمان نووارد کی طرح اپنے اوپر یہ حق سمجھتا ہوں کہ ملکی ترقی اور قومی خوشحالی پر آپ کی خصوصی توجہ پر مبارکباد پیش کروں، اور اپنی خوشی کا اظہار کروں، جس کے سبب کویت نے بہت تھوڑے عرصہ میں تعمیر و تمدن میں گرینڈ پا ترقی کی ہے، اور آپ کی سرپرستی و رہنمائی میں اس نے ایک مقام حاصل کرلیا ہے، اللہ تعالیٰ ملک و قوم پر آپ کا سایہ تادیر قائم رکھے اور نفع پہونچائے۔

آپ کے قیمتی وقت کا خیال کرکے میں بڑے ادب و احترام کے ساتھ جناب والا کی خدمت میں چند مختصر معروضات پیش کرنا چاہتا ہوں، کیونکہ آپ کے ضروری مشاغل اور ملکی ذمہ داریاں میرے پیش نظر ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے تاریخ میں آپ کو وہ نادر موقع دیا ہے، جس میں آپ ایسا انقلابی رول ادا کرسکتے ہیں، جو ہمیشہ شکر و اعتراف کے ساتھ یاد رکھا جائے گا، وہ رول ہماری موجودہ تہذیب کے خلا کو پُر کرنا ہے، وہ خلا کسی ایسی حکومت کا نہ ہونا ہے، جو دین و عقیدہ اور مادی وسائل و ذرائع کے درمیان ربط پیدا کرے، وہ خلا ایسے معاشرہ کا فقدان ہے جس میں ایمان و اخلاق اور معاصر دنیا کے جدید تجربات کے درمیان ہم آہنگی ہو، یہ ایسا خلا ہے جسے دنیا کی کوئی بڑی حکومت بھی نہیں بھر سکتی، جو حکومت بھی اس شعار کو اپنائے گی، وہ حکومتوں کی صف میں معنوی لحاظ سے اپنا اولیں مقام بنالے گی، اور اس کو ایسا وقار و احترام حاصل ہوگا، جو دنیا کے بڑے ملکوں کو بھی حاصل نہیں۔

یہ نصرت الٰہی، تائید غیبی، برکات اور عوامی مقبولیت کے علاوہ ہے، جس کا اللہ

www.abulhasanalinadwi.org

نے اپنے نیک بندوں سے وعدہ فرمایا ہے، جو اس دین کے وارث اور اس پیغام کے حامل اور اس راستہ کے مجاہد ہوں گے۔

اس مقصد کی تکمیل کے وسائل بحمداللہ بہت ہیں، اور اس کا موقع بھی میسّر ہے، بشرطیکہ ارادے نیک اور عزم مستحکم ہو "إِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ"

۲۔ آپ کو معلوم ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے رسول (محمد صلے اللہ علیہ وسلم) کی بعثت کے ساتھ ہی یہ طے فرما دیا تھا کہ عربوں کی ترقی، وحدت وقیادت اور ان کی مشکلات کا حل اس دین اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے طریقہ ہی سے ممکن ہے، تاریخ اس کی گواہ اور تازہ واقعات اس کی دلیل ہیں، چنانچہ جو بھی عربوں کے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے رشتہ کو کمزور کرنا چاہے گا یا انھیں ان سے الگ کرکے ایک قوم کی حیثیت سے دیکھنے کی کوشش کرے گا وہ عرب قوم پر سب سے بڑا ظلم کرے گا، وہ اس کے دل سے ایمان کی جڑ کھود پھینکنا، اس کے عقیدہ کو کمزور کرنا، اور مخلصین ومصلحین اور امت عربیہ کی صدیوں کی تعمیر کو برباد کرنا چاہتا ہے، اس لئے وہ کسی بھی عرب مملکت کی ہمت افزائی کا مستحق نہیں وہ ان کا سب سے بڑا دشمن ہے، جو ان کا تعلق ماضی سے اور حال کی وسیع دنیائے اسلام سے کاٹ دینا چاہتا، اور اس سرچشمہ کو خشک کر دینا چاہتا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ آپ کے لئے اس کی مزید تشریح کی ضرورت نہیں۔

۳۔ عرب اور مسلم مملکتوں میں نظام تعلیم کی تشکیل، گہرے غور وفکر، اور خاص منصوبہ بندی کی بنیادوں پر ہونی چاہیئے، جو اسلام کے عقیدہ اور پیغام کے مطابق ہوں، کیونکہ تعلیم ہی پر آنے والی نسلوں اور قوم کے دینی واخلاقی مستقبل اور تہذیبی رجحانات کا مدار ہے، اس کے ساتھ نوجوانوں میں بے راہ روی اور اخلاقی گراوٹ کو روکنے کی تدبیر بھی

www.abulhasanalinadwi.org

ضروری ہے، کیونکہ یہ جب کسی قوم میں آجاتی ہے، تو اسے ذلیل بھی کرتی ہے، اور تباہ بھی، اور وہ جواں مردی (فتوت) بھی ختم ہو جاتی ہے، جو ہمیشہ سے عرب قوم کا شعار اور اس کا سرمایۂ افتخار رہا ہے۔

۴۔ آپ ہم سب کی شکر گذاری کے مستحق ہیں کہ آپ پوری دریا دلی سے مسلم ممالک کی ان کے تعلیمی و تعمیری پروگراموں میں امداد کرتے رہے ہیں، اس طرح آپ اپنے ملک کو فائدہ بھی پہونچاتے ہیں، اور لوگوں کے دلوں میں آپ کی قدر و محبت بھی پیدا ہوتی ہے، اور یہ اللہ کا شکر ادا کرنے کی اچھی شکل بھی ہے۔

۵۔ آخری بات جس کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ اس ملک میں غیر مسلم عبادت گاہوں کی تعمیر کا مسئلہ ہے، آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جزیرۃ العرب کو اسلام، مسلمانوں اور خدا کی خالص توحید و عبادت کے لئے مخصوص فرمایا، امیر المومنین حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ "میں جزیرۃ العرب سے یہود و نصاریٰ کو نکال دوں گا، اور مسلمانوں کے سوا وہاں کسی اور کو رہنے کی اجازت نہیں دوں گا" اور سفر آخرت کے وقت فرمایا کہ "لا یبقین دینان علی أرض العرب" (سرزمین عرب میں دو دین ہرگز نہ رہیں) اور حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ "رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت تھی کہ "جزیرۃ العرب میں دو دین نہ رہیں" ان غیر اسلامی معابد سے ملک کی سالمیت کو اس لئے خطرہ ہے کہ ان کے متولی ان کی حمایت کا مطالبہ کریں گے، اور ان کے وجود سے ناجائز فائدہ اٹھائیں گے، اور اس سے ایسے عقدے پیدا ہوں گے جن کا حل ممکن نہ ہوگا، اس طرح اجنبی اقلیتوں، ان کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں اور آراضی کی ملکیت کے بارے میں بھی محتاط رہنے کی ضرورت

www.abulhasanalinadwi.org

ہے، جس کے سبب "ریاست اندرون ریاست" پیدا ہونے اور لاینحل مشکلات کے ابھرنے کا خطرہ ہے۔

امیر معظم کی فہم و فراست، اور اقوام و ممالک کے تجربات پر اعتماد کرتے ہوئے مجھے اس سے زیادہ تفصیل و تشریح کی حاجت محسوس نہیں ہوتی۔

اخیر میں اس جرأت و جسارت کی معافی چاہتا ہوں جس کا سبب اخلاص اور دین کی فکر تھی۔

والسلام علیکم

آپ کی زندگی اور کامیابی کے لئے دعاگو

ابوالحسن علی ندوی

کویت

۲۲ شعبان ۱۳۸۱ھ

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

ایک عجیب و غریب تضاد جس کی کوئی توجیہ ممکن نہیں

[اس کتاب کو عربی کے مشہور اہل قلم سید محمد الحسنی ایڈیٹر رسالہ "البعث الاسلامی" (عربی) اور مصنف "الاسلام المتحن" کے ایک طاقت ور و بلیغ مضمون پر ختم کیا جاتا ہے، جس میں سعودی عرب کی موجودہ صورت حال کی بڑی قابلیت و طاقت اور خلوص و صداقت کے ساتھ عکاسی کی کوشش کی گئی ہے، یہ مضمون رسالہ "البعث الاسلامی" کے ماہ رجب ۱۳۹۹ھ (مطابق جون ۱۹۷۹ء) کے شمارہ میں "سوال حائر یحتاج إلی جواب" کے عنوان سے شائع ہوا، صاحب مقالہ نے اس مضمون کے چند دن بعد ہی (۱۸ رجب ۱۳۹۹ھ ۱۳ جون ۱۹۷۹ء) کو انتقال کیا اور رفیق اعلیٰ سے جا ملے "غفر اللہ لہ و اسکنہ فسیح جناتہ" عربی مضمون کا ترجمہ مرحوم کے جواں سال فرزند سید عبداللہ حسنی ندوی سلمہٗ کے قلم سے ہے (مصنف)]

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

ایک عجیب و غریب تضاد جس کی کوئی توجیہ ممکن نہیں

آج اگر کوئی سوال کرے کہ امت مسلمہ کی نشاۃ ثانیہ اور اسلامی انقلاب کی سب سے اہم اور اول شرط کیا ہے؟ تو ہم پورے اعتماد و یقین کے ساتھ بلا توقف کہیں گے کہ اس تضاد و تناقض کو ختم کرنا جو ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام شعبوں اور دائروں میں پایا جاتا ہے، اور جس نے ہماری حکومتوں، ہماری تنظیموں اور ہمارے دینی مراکز نیز ہمارے علماء و قائدین، ہمارے جوانوں اور بوڑھوں، عوام و خواص حتی کہ ہمارے وسائل و ذرائع سب کو اپنی مضبوط گرفت میں لے لیا ہے، اور اب گویا وہ تضاد و تناقض ہماری زندگی کا لازمہ اور طبیعت ثانیہ بن گیا ہے، اس "تضاد" اور "دوعملی" نے ساری فکری و اجتماعی اور اصلاحی کوششوں کا دروازہ بند کر دیا ہے اور ان کو لاحاصل و بے اثر بنا دیا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ ہماری زندگی کے متقابل و متضاد عناصر نے "بقائے باہم" کے عصری اور ترقی یافتہ اصول پر ایک دوسرے سے سمجھوتا کر لیا ہے، اور دونوں دوش بدوش زندگی گذار رہے ہیں، نہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے پروگراموں کا، قرآن مجید کی تلاوت سے آغاز، عریاں ناچ، بے حیائی کے مناظر، اور ہیجان انگیز گانوں سے نبرد آزما ہے، نہ یہ انتشار انگیز، ہیجان خیز پروگرام تلاوت

www.abulhasanalinadwi.org

سے الجھتے ہیں، نہ رقص و سرود کے ان پروگراموں کے آیات قرآنی کی تلاوت سے افتتاح کرنے میں لوگوں کو کوئی تضاد، بوالعجبی بلکہ ستم ظریفی محسوس ہوتی ہے، جو سراپا گوش اور محو دید افراد خاندان کے درمیان (جن میں باپ بھی ہوتے ہیں، اور بیٹے بھی، مائیں بھی ہوتی ہیں، اور بیٹیاں بھی) کیف و طرب اور داد و تحسین کی ایک فضا پیدا کر دیتے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان متضاد عناصر نے آپس میں "ناجنگ معاہدہ" کر لیا ہے، اور یہ بھی آیت قرآنی "مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ"[1] کی گویا ایک تفسیر و تصویر ہے۔

پھر یہ دیکھ کر انتہائی رنج و افسوس ہوتا ہے کہ یہ تضاد ہمارے اس دور میں اپنی بدترین شکل میں ان ملکوں اور علاقوں میں زیادہ نمایاں ہے، اور حد کو پار کر رہا ہے، جو اسلام کے مقدس، مضبوط اور آہنی قلعے سمجھے جاتے تھے، اور جن سے مسلمانان عالم ہی کو نہیں بلکہ پورے عالم انسانیت کو اخلاق و کردار کی رہنمائی ملتی تھی، اور جو توحید و سنت کے داعی و علمبردار اور شعائر اسلام کے محافظ و پاسبان تھے، میں ضرورت نہیں سمجھتا کہ اس موقع پر خاص طور سے اس ملک اور اس حکومت کا نام لوں جس میں اس طرح کے تضاد کا وجود ضمیر و ایمان کے لئے سب سے زیادہ باعث تکلیف و آزمائش ہے، یہ وہی ملک ہے جس کا ہم مسلمانان عالم پر یہ احسان ہے کہ اسی کے طفیل ہم نے فرعونیت، فیلقیت، آشوریت، برہمیت، کسرویت اور قیصریت کی تاریکیوں سے نجات پائی :-

---

[1] اس نے دو دریاؤں کے جو آپس میں ملتے ہیں، دونوں میں ایک آڑ ہے کہ اس سے تجاوز نہیں کر سکتے۔ (سورۂ رحمٰن، آیت ۱۹-۲۰)

www.abulhasanalinadwi.org

اے درودشت تو باقی تا ابد　　نعرۂ لاقیصرو کسریٰ کہ زد؟

جس سے دنیا کو ایمان و توحید، اور عدل و مساوات کی دولت نصیب ہوئی، کون نہیں جانتا کہ مصر اپنے اس فرسودہ تمدن و مردہ تہذیب میں جس کی بنیاد ظلم و بربریت طغیان و سرکشی، اور انسانیت کی تذلیل پر تھی، اور جس کا خمیر کبر و انانیت پر اٹھا تھا، جس نے فرعون سے "انا ربکم الاعلیٰ" کا نعرہ لگوایا، اور جس نے اپنی ہی بنی نوع بنی اسرائیل کی گردن میں طوق و سلاسل ڈال کر غلامی کے پھندوں میں جکڑ کر زندہ درگور کر دیا، اس مصر کو ایمان و یقین، توحید و سنت، خداشناسی و خودشناسی کی دولت جزیرۃ العرب ہی سے ملی تھی، اسی طرح عراق و شام، فلسطین و ہندوستان، اور پاکستان وغیرہ تمام ممالک اس بارے میں جزیرۃ العرب کے زیر بار احسان اور اس کے خوان کرم کے ریزہ چیں ہیں، سب کو ہدایت کا نور، اور یقین کی کرن وہیں سے ملی۔

تمام مسلم و عرب ممالک میں یہ تضاد اپنی بدترین صورت اور ہولناک شکل میں موجود ہے، لیکن جزیرۃ العرب اور گہوارۂ اسلام کا معاملہ سارے ملکوں سے بالکل جداگانہ اور مختلف ہے، کیونکہ جو کچھ مصر و شام میں برداشت کیا جا سکتا ہے، اس قطعۂ ارضی میں نہیں برداشت کیا جا سکتا، اور جو کچھ ہم لبنان میں دیکھ اور سن سکتے ہیں وہ مصر میں دیکھ اور سن نہیں سکتے، اس لئے کہ ہر ایک کی تاریخ الگ ہے، اور ہر ایک کا منصب و مقام جدا، اسی طرح ہر ملک دوسرے ملک سے جداگانہ حیثیت رکھتا ہے۔

اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں کہ جس شد و مد کے ساتھ اس مقدس

www.abulhasanalinadwi.org

سرزمین سے دنیا کو کتاب وسنت کی دعوت دی جاتی ہے، اور جس بلند آہنگی اور جوش وخروش سے ہر موقع پر وہاں اسلام کا نام لیا جاتا اور اٹھتے بیٹھتے اس کا وظیفہ پڑھا جاتا ہے، وہ کسی اور ملک میں موجود نہیں، مجھے خوب یاد ہے کہ چند سال پہلے[1] میں ایک مرتبہ سعودی ریڈیو سے ایک تقریر سن رہا تھا، تقریر نہایت جاندار روح پرور اور ایمان افروز تھی، اور ریڈیو سے پہلی مرتبہ میں اس مقرر کو سن رہا تھا، فوراً میرا ذہن اس بات کی طرف منتقل ہوا کہ ہو نہ ہو یہ ایک زبردست روحانی پیشوا اور بڑا دینی واعظ ہے، جو اسلام کی اس قدر حسین وجمیل تصویر اپنی تقریر میں پیش کر رہا ہے، جو دلوں کو کھینچ رہی ہے اور ذہنوں کو گرویدہ بنا رہی ہے، وہ اسی مملکت کے سربراہ تھے، اسی طرح مجھے یہ بھی یاد ہے کہ میں نے ایک وزیر مملکت اور شاہی خاندان کے ایک عالی مرتبہ فرد کی ایک گفتگو (TALK) سنی تھی[2]، جو اول الذکر سے ان تمام صفات سے کسی طرح کم نہ تھی، آپ کانفرنسوں کے اس طویل وعریض سلسلہ کو چھوڑ دیں جو عالم اسلام پر بادلوں کی طرح چھایا ہوا ہے، اور جو علماء ومفکرین کی اندرون وبیرون ملک میں آمد ورفت کا ذریعہ اور تمام دوسرے عربی ممالک سے (جن کے دروازے اسلام کے لئے بند ہیں) اسلامی عناصر کے ایک جگہ جمع ہو جانے کی تقریب بنتی رہتی ہیں، اب اگر کوئی اس موقف سے ذرا بھی ٹکراتا ہے، اور اس صدا سے ذرا بھی الجھتا ہے، جو مسجد کے منبر ومحراب اور تخت شاہی سے یکساں طور سے دی جا رہی ہے، تو قدرتی طور پر لوگوں کو اس سے استعجاب وحیرانی ہوتی ہے، ان دوسرے مسلم وعرب ملکوں کا یہ مسئلہ نہیں ہے جن کو یا تو اسلامی دعوت و

---

[1] یہ شاہ فیصل شہید کی حیات کا واقعہ ہے [2] امیر فہد نائب وزیر اعظم اور ولی عہد مملکت مراد ہیں

تحریکات سے کوئی سروکار نہیں، یا وہ کھلے طور پر علانیہ اسلامی تعلیمات اور ان کے احیاء و ترویج کی کوششوں سے برسرپیکار اور ہر وقت آمادۂ جنگ نظر آتے ہیں اور ان کے خلاف سازش اور منصوبہ بندی میں مصروف رہتے ہیں، ان کی صورت حال واضح ہے۔

لیکن جب ہم اس مقدس ملک میں تضاد و تناقض کے حیرت انگیز مناظر دیکھتے ہیں، ایک ایسے ملک کو (جس نے دنیا کو زہد و ایثار، سادگی و جفاکشی کا سبق دیا) تن آسانی عافیت کوشی، راحت طلبی، تن پروری بلکہ عیش پرستی کے پیچھے دیوانہ وار دوڑتے ہوئے دیکھتے ہیں، اور وہ ایسے داخلی امراض میں مبتلا ہے، جس سے پورا معاشرہ بلکہ پورا اسلامی وجود خطرہ میں پڑ گیا ہے، تو ہم سر پکڑ کر بیٹھ جاتے ہیں، اور کہنے لگتے ہیں۔

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

اے جزیرۃ العرب کے پاسبانو! اس کی نئی نسل کے سرپرستو اور نگہبانو! اے تاریخ نو کے معمارو! جب تک تم کو دین اسلام کی دعوت کا دعویٰ رہے گا، جب تک تم کتاب و سنت کے علمبردار بنے رہو گے اور جب تک تم اسلام کو دستورِ حیات، نظام زندگی اور اپنے لئے مشعل راہ سمجھتے رہو گے، دوسرے ممالک کے مقابلہ میں ہمارا احتساب تم سے سخت تر ہوگا، اور جس قدر اس میدان میں تمہاری دعوت اور سرگرمیاں تیز رہیں گی اسی قدر ہمارا احتساب اور گرفت سخت ہوگی، ہم بار بار بغیر کسی حجاب اور جھجک کے کہتے رہیں گے کہ تمہارے قول و فعل میں تضاد نہ ہونا چاہیئے، شہر کی عام زندگی ہو یا گھر کی خانگی زندگی، اس میں اور تمہارے

www.abulhasanalinadwi.org

اقوال میں کوئی تضاد، کوئی ٹکراؤ نہ ہونا چاہیے، سینما ہالوں، تھیٹروں، اور ٹیلی ویژن میں جو چیزیں تمہارے نونہالوں اور جگر گوشوں کو دکھائی جاتی ہیں، نہ وہ تمہارے اقوال کے برعکس ہوں نہ اسلامی اقدار کے مخالف۔

آج اسلام کی جس پُرجوش طریقہ پر وکالت کی جارہی ہے، اور جس اچھوتے انداز سے اس کی طرف دعوت دی جارہی ہے، اور ببانگ دہل جس طرح اسلام بلکہ توحید وکتاب وسنت کی طرف بلایا جارہا ہے، جس طرح اسلامی سرگرمیوں، اور اسلامی تحریکات کی سرپرستی اور پشت پناہی کی جارہی ہے، جس فراخدلی اور فراخ دامانی سے اسلامی لٹریچر دنیا میں پھیلایا جارہا ہے، جس فیاضی اور دریادلی سے ملکوں کو وفود بھیجنے، قرآن مجید کے طبع کرانے پر، اور حفظ قرآن کے مدارس قائم کرنے پر دولت صرف کی جارہی ہے، کیا یہ ہماری موجودہ عیش پرستانہ زندگی سے ہم آہنگ ہے؟ جو عقیدہ وعزم کو کمزور اور جسم وجان کو بے روح کردے، کیا یہ ہماری پرتعیش زندگی، بے قابو کردینے والے گانے، ہیجان پیدا کرنے والے پوسٹر اور تصویریں، ٹیلی ویژن وریڈیو پر عریاں مظاہر اور برہنگی وفواحش کو دعوت دینے والے مناظر ہمارے ان اقوال زریں سے میل کھاتے ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں! ان میں پورا تضاد وتفاوت پایا جاتا ہے، ویسا ہی تضاد وتفاوت جو گلزار اور ترقی یافتہ شہر، اور غریب وپسماندہ دیہات میں ہوتا ہے، دولت کے جھولے میں جھولنے والے مالداروں اور ٹکڑے ٹکڑے کے محتاج فقیروں میں ہوتا ہے، ان اقوال میں اور اس زندگی میں مکمل تضاد پایا جاتا ہے، مغرب کی تقلید کی یہ امیرانہ زندگی، ہر طرح کے قیود اور پابندیوں سے گریزاں زندگی، عیش کی دلدادہ زندگی، لذتوں، لہو ولعب کی شیدا زندگی (جس سے آپ

www.abulhasanalinadwi.org

حضرات خود بھی واقف ہیں، اور محسوس کرتے ہیں) اس دعوت اور دعوے سے کوئی مطابقت بلکہ مناسبت نہیں رکھتی جس کے آپ حامل ہیں۔

آج جزیرۃ العرب میں دو دھارے بہہ رہے ہیں، ایک اسلامی دھارا اور ایک سیکولر دھارا، یا دوسری تعبیر میں یوں کہہ لیجئے کہ ایک دھارا جس کی بنیاد اسلامی عقائد و حقائق پر ہے، دوسرا دھارا جس کی بنیاد مغربی تہذیب کے اقدار اور موجودہ ترقیات کی پرستش پر ہے، ایک دھارا منبر اور اسٹیج سے بہتا ہے، اور کتابوں، مقالات، کانفرنسوں ومجلسوں اور اخبارات ومجلات کی شکل میں گزرتا ہے، دوسرے کا تعلق کارزار حیات، سوسائٹی کے قلب وجگر، تہذیب وتمدن کی گہرائیوں، اور انسان کے پسندیدہ مشغلہ وذوق (HOBBY) اور جذبات واحساسات سے ہے۔

جب کوئی شخص اس ملک کے کسی منبر سے جمعہ کا خطبہ یا وعظ سنتا ہے تو اس کے ذہن میں حضرت عمر بن عبد العزیز کے عہد کی یاد تازہ ہوجاتی ہے، یا وہ حضرت حسن بصری کی مجلس میں ان کی سحر بیانی سے انگشت بدنداں اور دم بخود، دل کے کانوں سے ان کی باتوں کو قلب وجگر میں اترتا ہوا نظر آتا ہے، لیکن جب وہ ذرا آگے بڑھ کر کسی سینما ہال میں داخل ہوتا ہے، یا کسی قریب کی دکان پر فحش وعریاں لٹریچر کا مطالعہ کرتا ہے، یا پھر دوستوں واحباب کے ساتھ ان تھیٹروں میں آتا ہے، جو خاص طور سے اسی لئے تیار کئے گئے ہیں، یا کسی تجارتی مرکز سے گذرتا ہے، اور آرائش وزیبائش کے سامان پر نظر پڑتی ہے، بناؤ سنگار (MAKEUP) کے طریقے اور آلات دیکھتا ہے یا پھر ان فلیٹوں پر نظر جاتا ہے، جو جنت ارضی کا سماں دکھا رہے ہیں، اور پھولوں کا گلدان بنے ہوئے ہیں، اور ان کے نوجوانوں میں حلت وحرمت سے لاپروائی وبے اعتنائی

www.abulhasanalinadwi.org

کا مشاہدہ کرتا ہے، نئے نئے فیشنوں کے پیچھے مرمٹنے والے نوجوانوں کا بغور مطالعہ کرتا ہے جو بغیر کسی عقل و دانش اور صبر و تحمل اور ضبط نفس اور قناعت کے اس کے پیچھے دیوانہ وار بھاگے چلے جا رہے ہیں تو اس کو امریکہ کے شہروں میں کسی شہر کا گمان ہونے لگتا ہے، گویا وہ عیش و عشرت میں ڈوبی ہوئی تہذیب کے سایہ میں زندگی بسر کرتا ہے

میں نہیں کہتا ہوں کہ آپ اس "حمام" میں تنہا اور اکیلے ہیں، دوسرے ممالک میں مصر و لبنان میں اس سے کہیں زیادہ سخت، کہیں زیادہ مضر، کہیں زیادہ مہلک چیزیں پائی جاتی ہیں، لیکن دنیا کے نقشہ میں اے بلد امین! تیرا جو مقام ہے وہ کسی کو حاصل نہیں، اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ جس کے آثار پاکستان و افغانستان اور ایران و ترکی (اور یہ سب عجمی ممالک ہیں) میں نمایاں ہو چلے ہیں، جو جگہ اور مرتبہ تجھ کو حاصل ہے اس میں تیرا کوئی حریف نہیں، اس لحاظ سے واجب ہو جاتا ہے کہ تو انقلاب اسلامی اور اسلامی نشاۃ ثانیہ کے لئے دروازے کھول دے، صرف کھول ہی نہ دے (یہ بڑا ظلم ہوگا اگر میں صرف اس قدر تمنا رکھوں) بلکہ اب تجھ کو آگے بڑھ کر اس کی قیادت کرنی چاہیے، اور اس مبارک قافلہ کی زمام کار اپنے ہاتھ میں لینی چاہیے، ع

جو بڑھ کر خود اٹھالے ہاتھ میں مینا اسی کا ہے

لیکن یہ کام اس ثقافتی و تہذیبی تضاد کو دور کئے بغیر ممکن نہیں، اس تضاد کا دور کرنا اور اس کا ازالہ کرنا ان رکاوٹوں کے دور کرنے سے (جو سڑکوں اور پلوں کی تعمیر میں دیوپیکر پہاڑوں اور قوی ہیکل چٹانوں کی شکل میں آتی ہیں) زیادہ اہم ہے اس کے مقابلہ میں ان بوسیدہ عمارتوں اور کھنڈرات کی صفائی کا کوئی مسئلہ نہیں ہے جو عالیشان عمارتوں کی تعمیر اور نئے طرز کے ہوٹل کے قیام کے لئے ضروری ہے مسئلہ صرف

www.abulhasanalinadwi.org

اس تضاد کے دور کرنے اور ختم کرنے کا ہے، یہ مبارک کوشش اس وقت تک نفع بخش اور سود مند نہیں ہو سکتی، جب تک تیرے اندر امراء و حکام اور وہاں کے باشندوں اور فرزندوں میں ایسے لوگ موجود رہیں گے جو قول و عمل کے تضاد اور اندرون و باہر کے اختلاف کے مہلک اثرات سے ان کوششوں کو برباد و رائیگاں کرتے رہیں گے، اگر قول و عمل میں تطابق ہو، اور اندرون و باہر یکساں ہو جائے اور خون و آنسو کی آمیزش سے یہ سرزمین مبارک سیراب ہو جائے تو تھوڑی محنت وہ نتائج برآمد کر سکتی ہے، جو وہم و گمان میں بھی نہ آ سکتے تھے ؎

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی!

اسلامی انقلاب اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کو کبھی کسی چیز کی اتنی شدید ضرورت نہیں پڑی جتنی آج اس کو تضاد و تناقض کے بلبے کو دور کرنے کی ہے، اور دونوں سطحوں سے دور کرنے کی ہے، حکومتی سطح سے بھی، اور قومی سطح سے بھی، یہی تشکیل اسلامی کی پہلی شرط ہے، جس کو انقلاب اسلامی سے پہلے آنا چاہیئے، کم از کم اس کو انقلاب کے شانہ بہ شانہ چلنا چاہیئے، ہماری امیدیں سعودی عرب اور جزیرۃ العرب سے تو یہ ہیں کہ وہ اس میدان میں قائدانہ کردار ادا کرے، اور اس مبارک قافلہ کا (جس میں ایمانی روح بیدار ہو چلی ہے، اور دین کی بادبہاری کے دلنواز جھونکے دنیا کے مشام جاں کو معطر کرنے لگے ہیں) شریک سفر ہو، اور اس میں بھی اپنی اولیت و فوقیت ثابت کر دے، اور پھر دوسرے ممالک یکے بعد دیگرے آگے بڑھ کر اپنی حیثیت و کردار کے مطابق اس سے حصہ پائیں۔

زبان غیب پکار پکار کر کہہ رہی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي	مومنو! اسلام میں پورے پورے
السِّلْمِ كَآفَّةً۔ (البقرہ ۲۰۸)	داخل ہو جاؤ۔
وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ	اور اس شخص سے کس کا دین اچھا
وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ	ہو سکتا ہے جس نے حکم خدا کو قبول کیا
مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ	اور وہ نیکوکار بھی ہے، اور ابراہیمؑ کے
اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ۝	دین کا پیرو ہے جو (یکسو) مسلمان تھے
(النساء۔ ۱۲۵)	اور خدا نے ابراہیمؑ کو اپنا دوست
	بنایا تھا۔

آج زخموں سے چور، غموں سے نڈھال افغانستان چیخ چیخ کر آواز دے رہا ہے کہ اے جزیرۃ العرب کے شاہین و شہباز، اے نیستان عرب کے شیرو، آگے بڑھو! آج پاکستان جو اندرونی و بیرونی (مغربی) دشمنوں کے نرغہ میں گھرا ہوا ہے اور دلدل میں پھنسا ہوا ہے، اس کا لاغر اور نڈھال جسم زبان حال سے فریاد کناں ہے، کہ تمہارے دل و جان اس کی اعانت و فریاد رسانی میں شامل ہوں، اور قول و عمل کی یکسانی کے ساتھ ایک ہو کر اس کی پشت پناہی کی جائے، اس کو دلدل سے نکالا جائے، اور دشمنوں کے نرغہ سے نجات دلائی جائے۔

اے قائدین عرب! آج کا نوجوان منتظر ہے، تمہاری فاتحانہ یلغار اور شوخیٔ کردار کا، اور اس سوز و عشق کا جو اس نار نمرود میں (جو جزیرۃ العرب کو خاکستر کرنے کے لئے بیتاب و بے قرار ہے) بے خطر کود پڑے، اور اس کو گل و گلزار بنا دے، اور اس کو دنیا کے نقشہ میں وہی مقام و مرتبہ حاصل ہو جو اسے کسی زمانہ میں حاصل تھا۔

www.abulhasanalinadwi.org

لیکن اے جزیرۃ العرب، کیا یہ مقام و مرتبہ اس کھلے ہوئے تضاد و تناقض سے حاصل ہو سکتا ہے، کیا آج تیرے امکان میں ہے کہ دنیا کو مخاطب کر کے کہہ سکے ؎

دشت تو دشت ہیں، دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

کیا آج بھی ممکن ہے کہ تو اپنے کو جان جوکھوں میں ڈال کر خطروں میں کود پڑے اور مصائب و آلام کے گھٹا ٹوپ بادلوں کے سایہ میں دوڑ جائے، اور ہر اس آواز پر لبیک کہے جو اسلام کی حمایت اور دین کی حمیت کے لئے دی جائے، اور مستانہ وار اس کے لئے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دے؟ حالانکہ تیرا حال یہ ہے کہ تجھے عشرت کدوں میں داد عیش دینے سے فرصت نہیں، غم و آلام کا تیرے پاس گذر نہیں، عمدہ و لذیذ کھانوں کو چھوڑنا گوارا نہیں، پر تکلف اور شاہانہ دعوتوں کو ترک کرنا قبول نہیں، بڑے بڑے ٹھیکوں، تجارتوں، جائدادوں، اور کمپنیوں سے بے نیاز ہونا ممکن نہیں، نغمہ و ساز اور "عود و بخور" سے دوری ناقابل عمل، جنس نازک اور عقل ناقص کے تابع و غلام بن کر رہنا قبول، اور اس پر علماء کا سکوت (الا ماشاء اللہ) یا صحیح تعبیر میں اونچی اونچی بلڈنگوں، بڑی بڑی تنخواہوں، عمدہ عمدہ نرم گدوں پر آرام کی عادت، ایسے شب و روز جو ہر ذمہ داری اور الجھن سے دور اور ہر پریشانی اور مصیبت سے آزاد ہیں، وفود کی آمد و رفت میں مشغولیت اور مسلسل اسفار نے کسی مردانہ و قلندرانہ کام کے لئے کوئی گنجائش ہی نہیں چھوڑی۔

کام صرف ایک کانفرنس سے دوسری کانفرنس، ایک مجلس سے دوسری مجلس، ایک موضوع سے دوسرے موضوع، ایک گفتگو سے دوسری گفتگو، ایک ہوٹل سے دوسرے ہوٹل، انٹر کانٹینٹل[1]

[1] مکہ مکرمہ کے مضافات (حدود حرم میں) ایک شاندار مغربی طرز کا ہوٹل جو حال میں تعمیر ہوا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

سے مریدیان[1] اور مریدیان سے لندن و سوئزرلینڈ اور لبنان کے عشرت کدوں میں منتقل ہونا رہ گیا ہے تاکہ نہ غور و فکر کی فرصت ملے اور نہ اپنی کمزوریوں پر نظر پڑے نہ طرز معیشت بدلنے کی فکر ہو، اور نہ ان چیلنجوں کی طرف رخ ہو جو ہمارے دروازوں کو بڑی درشتی اور سختی سے کھٹکھٹا رہے ہیں، تم نے اپنے نونہالوں اور جگر گوشوں کو نئے نئے فیشنوں کا ایسا دلدادہ بنا دیا ہے کہ ان کو عمدہ عمدہ کھانے اور جدید سے جدید لباس کو زیب تن کرنے کے علاوہ کوئی فکر دامن گیر نہیں، نہ ان کو ان انقلابات و حوادث کی کوئی خبر ہے اور نہ خدا کی بھیجی ہوئی نشانی و آیات سے کوئی دلچسپی۔

یہ ایک ایسا تکلیف دہ اور خطرناک تضاد ہے جس کو میں کسی لفظ سے تعبیر نہیں کر سکتا اس کی حیثیت ایک ایسے "اسپنج" کی ہے جو اب تمام اسلامی کوششوں اور سرگرمیوں کو چوسے لے رہا ہے۔

جس سخت و مہیب زمانہ سے دنیا گذر رہی ہے اس کو دیکھتے ہوئے مجھے امید ہے کہ اسلام کے قائدین اس خطرناک "اسپنج" سے چھٹکارا حاصل کر لیں گے، اس دشوار و نازک وقفہ میں (جس سے عالم عربی گزر رہا ہے اور جس کو مصر کی جدید سیاست اور اس کے نئے رخ نے اور نازک و پیچیدہ بنا دیا ہے) وہ ایک ایسی چھلانگ لگائیں گے جس سے وہ تمام خواب شرمندۂ تعبیر ہو جائیں جو ان کے فاتح و غازی آباء و اجداد اور سلطان صلاح الدین ایوبی اپنے سینوں میں لئے ہوئے اپنے مقبروں میں محو خواب ہیں، اور جس سے بدر و حنین، احد و قادسیہ، اور یرموک و اجنادین کے شہیدوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور دل راحت پائیں۔

اگر اسلام کی عزت و ناموس ہمیں عزیز نہ ہوتا، اور "عربی شہسواروں" کی صلاحیت و

---

[1] جدہ کا نو تعمیر مشہور ہوٹل جو شادی کی تقریبات کے ساتھ مخصوص ہے اور جس کا ایک شب کا کرایہ قابل قیاس حد تک بڑھا ہوا ہے

www.abulhasanalinadwi.org

فطرت پر اعتماد و یقین نہ ہوتا تو نہ قلم میں یہ جولانی آتی اور نہ زبان میں یہ روانی ہوتی، میں اپنی اس تلخ نوائی پر معذرت خواہ ہوں کہ ؎

نوا را تلخ تر می زن چو ذوق نغمہ کم یابی
حدی را تیز تر می خواں چو محمل را گراں بینی

محمد الحسنی

www.abulhasanalinadwi.org